رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

(نمبر ۷) رسالہ (جلد ۶)

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جولائی ۱۹۱۱ء

ایڈیٹر صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

فہرست مضامین

مینیجر رسالہ نے اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپوا کر قادیان سے شایع کیا

بقایا داران توجہ فرماویں

اسباب کا دارومدار کہ رسالہ وقت پر چھپے وقت پر اپنے خریدارون کے پاس پہنچے تمام ناظرین باتمکین جانتے ہین پیشگی چندہ سالانہ وصول ہونے پر ہی ہے مگر بڑے افسوس کے ساتھہ یہ امر ظاہر کیا جاتا ہے کہ تشحیذ کے کئی خریدار ایسے ہیں جنھوں نے تاحال سنہ ۱۹۱۰ع کا چندہ بھی ادا نہین کیا چہ جائیکہ سنہ ۱۹۱۱ع کا ادا کرینگے جسکا بہت سا حصہ اب گزر چکا ہے اور رسالہ برابر ایسے حضرات کیخدمت مین پہنچ رہا ہے خیر مضی ما مضی اب ان سب احباب کیخدمت مین تاکیداً گذارش ہے جنکے نام تشحیذ کا کچھ بھی بقایا ہے کہ وہ اپنے اپنے ذمہ کا چندہ ادا کرنیکی طرف توجہ فرماوین اگر بذریعہ منی آرڈر بھیجکر ہمیں وی پی کی محنت سے بچالیں تو انکی عنایت ورنہ یہ اطلاع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبوب سبحانی

سیّد عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی سیرت سے مندرجہ ذیل اقتباس ان لوگوں کے لیئے بہت کچھ ہدایت کا موجب ہوگا۔ جو درویشی۔ تصوف۔ ولایت اس بات کا نام سمجھتے ہیں کہ گیروے کپڑے پہن لیں خوراک میں دیدہ دانستہ کچھ خرابی پیدا کر لیں مثلاً دودھ پینا ہوا۔ تو ایک چٹکی راکھ ڈال لی۔ لکھا ہے۔ کہ آپ ہر صبح لباس تبدیل فرماتے۔ اور ایسا اتفاق کم ہوتا۔ کہ ایکدن کا لباس دو دن تک جسم مبارک پر رہجائے بعض اوقات دور دراز ممالک سے لطیف و نفیس کپڑا منگایا جاتا۔ شیخ ابو الفضل احمد بن قاسم بزاز بغدادی کے پاس آپ کا خادم آیا اور کہا۔ کہ وہ کپڑا دے۔ جو فی گز ایک دینار ہو۔ اس نے پوچھا۔ کہ یہ کپڑا کس کے لئے چاہیئے کہا شیخ عبد القادر کے لیئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے میں نہیں پہنتا۔ جب تک مجھ اوپر سے پہننے کا حکم نہیں ہوتا۔ اور فرماتے۔ میت کا کفن اچھا ہونا چاہیئے۔ میرا لباس میرا وہ کفن ہے۔ جو ہزار ہا موت کے بعد میں نے حاصل کیا۔

آپ معراج کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ثم سالت عن المعراج قیل لی المعراج عروج من کل شیٔ سوای۔ وکمال العروج مازاغ البصر وماطغیٰ

دولت اور پانی

انما مثل الحیوۃ الدنیا۔ کماء انزلناہ من السماء

مال اور پانی میں بعض مناسبتیں بہت عجیب ہیں۔

(۱) پانی کو قرار نہیں	(۱) مال کو بھی قرار نہیں۔
(۲) پانی کی کثرت خرابی لاتی ہے۔	(۲) مال کی کثرت بھی خدا سے غافل کردیتی ہے
(۳) پانی بند رکھیں۔ تو بو پیدا ہوجاتی ہے۔	(۳) مال کو بند رکھیں صدقہ میں خرچ نہ کریں تو ضائع ہوجاتا ہے
(۴) پانی سے عمدہ و شور زمین کا حال معلوم ہوجاتا ہے۔	(۴) مال سے سخی اور کنجوس کا حال کھلجاتا ہے۔
(۵) پانی قطرہ قطرہ جمع ہوتا اور یک دم چلاجاتا ہے۔	(۵) مال بڑی مشکل سے جمع ہوتا اور یکبارگی دفع ہوسکتا ہے۔
(۶) پانی سے نشیب و فراز برابر ہوجاتا ہے	(۶) مال سے اکثر اوقات عیوب ڈھکجاتے ہیں
(۷) پانی کسی جگہ کم کسی جگہ زیادہ	(۷) ایساہی دولت کسی کے پاس کم ہوتی ہے کسی کے پاس زیادہ
(۸) ہر ایک پانی صاف اور عمدہ نہیں ہوتا	(۸) ۔ مال بھی کئی قسم کا ہوتا ہے۔ حلال حرام۔ مشکوک
(۹) پانی سے نجاست دور ہوتی ہے۔	(۹) مال کے صدقہ سے گناہ اور عیوب دور ہوجاتے ہیں۔
(۱۰) پانی ادھر ڈھلجاتا ہے۔ جدھر نشیب ہو	(۱۰) مال متواضع کے پاس بہت آتا ہے۔
(۱۱) پانی مغرب کی طرف جاتا ہے۔	(۱۱) دولت کا تعلق بھی زیادہ تر مغرب کیطرف ہے

(۱۲) پانی آسمان سے آتا ہے	(۱۲) دولت بھی آسمانی فضل سے ملتی ہے۔
(۱۳) پانی محنت کے سوا نہیں ملتا	(۱۳) دولت بھی بغیر محنت کے نہیں ملتی۔

نبی کریم کی صداقت کسی بزرگ کا مقولہ ہے کہ پیر کا حال معلوم کرنا ہو۔ تو اس کے پیروں کا طرز عمل دیکھو۔ میں دو تاریخی واقعے بیان کرونگا جس سے یہ امر ثابت ہوگا۔ کہ نبی کریمؐ کی صداقت کا اثر کس قدر زبردست تھا۔ اور آپؐ پر ایمان لانیوالے کس مضبوط چٹان پر قائم تھے۔

انسان کے اندرونی حالات وخصائل سے سب سے زیادہ واقف اس کی بیوی ہوتی ہے۔ اس کے سامنے وہ کسی قسم کا تصنع یا بناوٹ نہیں کرسکتا۔ آپ صلعم کے منجانب اللہ ہونیکا یقین حضرت عائشہ صدیقہ کے دل میں جس قدر تھا۔ اس کا اظہار مندرجہ ذیل واقعہ سے ہو سکتا ہے۔

(۱) ہجرت کے پانچویں برس غزوہ مصطلق میں حضرت عائشہ آپ کے ساتھ تھیں۔ واپسی کیوقت جب کہ مدینہ نزدیک تھا۔ آپ قضاء حاجت کو چلی گئیں۔ وہاں ہار گر پڑا۔ جو ان کی بہن اسمار کا تھا۔ ساربان سمجھا۔ آپ کجاوے میں آگئیں۔ اس نے اونٹ چلا دیا۔ اس طرح پر آپ پیچھے رہ گئیں۔ صفوان بن معطل آرہا تھا۔ اس نے حضرت عائشہ کو سوار کیا۔ عبد اللہ بن ابی منافق نے شور مچایا۔ اور اس قماش کے لوگوں میں کچھ چرچا ہونے لگا۔ نبی کریم صلعم بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے انتظار میں تھے۔ اور اس وقت تک علیحدگی اختیار کرلی۔ آخر عائشہ صدیقہ کی بریت میں آیات نازل ہوئیں جب نبی کریم صلعم سنانے گئے۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ کہ بیٹی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کرو۔ تو آپ کہنے لگیں خدا کا شکر ادا کرتی ہوں جس نے میری برأت نازل کی۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ صدیقہ کو یقین تھا۔ نبی اکرم صلعم پر خدا کا کلام نازل ہوتا ہے۔

(۲) کعب نامی ایک صحابی بڑے دولتمند تھے۔ غزوہ تبوک سے بوجہ سستی رہ گئے۔

جب واپسی پر آپ سے جواب طلب ہؤا۔ تو آپ نے کہا جھوٹ تو بولنا نہیں چاہئیے صاف صاف جو بات تھی۔ کہدی۔ آپ صلعم نے فرمایا۔ خدا کے فیصلہ کا انتظار کرو۔ اور دوسرے صحابیوں کو حکم دیا گیا۔ کہ اس کے ساتھ کوئی کلام نہ کرے۔ پچاس راتیں بیچارے نے اسی حالت میں گذاردیں۔ نمازوں میں شریک ہوتا۔ مگر کوئی اُس سے کلام نہ کرتا۔ سلام کا جواب تک نہ ملتا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ اپنے چچا زاد بھائی ابوقتادہ کے پاس گیا۔ اسے السلام علیکم کہا تو اُس نے جواب نہ دیا۔ کعبؓ نے کہا آخر میں اللہ اور اسکے رسول کی محبت رکھتا ہوں۔ اسپر بھی ابوقتادہ چپ رہا۔ زیادہ اصرار پر اتنا بولا کہ اللّٰہ و رسولہٗ اعلم۔ احباب کا یہ حال تھا۔ رسول اللّٰہ کی بارگاہ سے یوں جواب مل چکا تھا۔ گھر میں بیوی سے مجامعت کی ممانعت تھی۔ اس حالت میں غسّان کے حاکم کا خط آیا۔ کہ ہم نے سنا ہے تمہارا آقا تم سے ناراض ہے تم یہاں چلے آؤ۔ ہم تمہیں بہت عزت دینگے کعب نے یہ خط نہایت حقارت کے ساتھ تنور میں جھونک دیا اور کہا۔ کہ اللہ اور اسکے رسول کو نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ تھا ایمان اور یہ تھا نبی کریم صلعم کی صداقت کا زبردست اثر کہ ان حالات میں بھی آپکے دن رات پاس بیٹھنے والوں کو آپکے منجانب اللّٰہ ہونے پر یقین تھا۔ اور وہ آپکے قدموں میں بیٹھنے کو کئی ملکوں کی حکومت سے ترجیح دیتے تھے۔ رضی اللّٰہ عنہم ط

مسیح موعود کی صداقت یا ایھا الذین ھادوا ان زعمتم انکم اولیاء للّٰہ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صادقین ط یعنی اگر تم اللہ کی دوستی کا دم بھرتے ہو اور یہ یقین رکھتے ہو کہ اللّٰہ تمہارا ولی ہے۔ تو پھر موت کی تمنا کرو۔ کیونکہ سچے کو موت سے کیا ڈر۔ یہ دنیا تو دار المحن ہے۔ صادق کے لیے اگلے جہان میں بہتر سے بہتر نعمت اور اچھے سے اچھا سکھ ہے اسی بات پر مباہلہ کی بنا ہے۔ نبی کریم صلعم نے کس جرأت و تحدی سے نصاریٰ کے مقتداؤں کیساتھ مباہلہ کا اعلان کیا۔ پھر حضرت مسیح موعود نے

دعوت مباہلہ میں تمام علماء و فقرا کو نام بنام پکارا ہے۔ مگر کوئی آگے نہ بڑھا۔ اور بڑھتا بھی کس طرح جبکہ اپنے صدق کا یقین نہیں تھا۔ حضرت اقدس کی ایک دعا نے میرے دل پر ایک خاص اثر پیدا کیا جس میں آپ جھوٹا ہونیکی صورت میں اپنی موت مانگتے ہیں جس سے صاف ثابت ہے۔ کہ آپ صادق تھے۔ جبھی تو آپ نے اپنی موت چاہی۔ وہ اشعار یہ ہیں۔ ؎

اے قدیر و خالق ارض و سما — اے رحیم و مہربان و رہنما
اے کہ می داری تو بر دلہا نظر — اے کہ از تو نیست چیزے مستتر
گر تو می بینی مرا پُر فسق و شر — گر تو دیدستی کہ ہستم بد گہر
پارہ پارہ کن منِ بدکار را — شاد کن ایں زمرۂ اغیار را
بر دلِ شاں ابر رحمت ہا ببار — ہر مراد شاں بفضل خود برآر
آتش افشاں بر در و دیوار من — دشمنم باش و تباہ کن کار من
در مرا از بندگانت یافتی — قبلۂ من آستانت یافتی
در دل من آں محبت دیدۂ — کز جہاں آں راز را پوشیدۂ

بامن از روئے محبت کار کن
اندکے افشائے آں اسرار کن

کیا یہ اشعار کسی ایسے دل سے نکل سکتے ہیں جو مفتری ہو۔ یا جسے ذرا بھی اپنے سچا ہونیکی بابت تامّل ہو ہرگز نہیں۔

دوسرے معنی اس آیت کے یہ ہیں۔ کہ تم جو بڑے بڑے عامل ساحر اور تعویذ نویس سیفیاں پڑھنے والے منصوبے باز ہو اس عظیم الشان شخص مدعی رسالت کی موت چاہو اور خدا سے رو رو کر دعائیں مانگو۔ پھر دیکھتے ہیں کس کی دعا سنی جاتی ہے۔ نبی کریم صلعم ایسے زمانے ایسے ملک میں تھے کہ آپ کا قتل کر دینا بظاہر حالات کوئی بڑی بات نہ تھی۔ دیکھو حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ عین شوکت اسلام کے وقت شہید ہوئے۔ مگر آپ واللہ یعصمک

مت الناس کے وعدے کے مطابق المکلت لکم دینکم کی نداسن کر اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ اسی طرح مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت میں سر توڑ کوششیں ہوئیں۔ مقدمے بنائے گئے۔ قتل کی سازشیں کی گئیں ہر ممکن سے ممکن منصوبہ کیا گیا۔ مگر خدا کا برگزیدہ نبی اپنے وقت پر اٹھایا گیا۔ اللھم صل علی محمد و علی خلفاء محمد

وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ فرمایا۔ تو اس کے لیئے سامان بھی پیدا کر دیئے۔ (۱) جب کوئی آیت نازل ہوتی۔ اسی وقت لکھ لی جاتی (۲) لکھنے والے بڑے معزز اور پاکباز لوگ تھے (۳) اسلامی سلطنتوں میں اس کے حفظ کا خاص اہتمام کیا گیا۔ (۴) نماز میں امامت اس کا حق تھا۔ جو اقرء ہو۔ (۵) نماز پنجگانہ کے فرضوں اور آٹھ وقت کے نوافل۔ قریباً ۸۰ رکعتوں میں بالالتزام پڑھا جاتا ہے۔ (۶) مسلمان اس کا تدارس کرتے ہیں (۷) مریضوں کے سامنے پڑھا جاتا ہے (۸) لوگ خطوط تصانیف بات چیت میں اس کی آیات پڑھتے ہیں۔ (۹) باوجود سخت عداوت کے شیعہ سنی۔ خوارج میں قرآن مجید ایک ہی ہے (۱۰) رمضان شریف میں اسکا دور کیا جاتا۔ تراویح میں سنایا جاتا

وفات مسیح

حضرت نبی کریم صلعم نے اپنے سب سے آخری خطبہ میں یہ الفاظ فرمائے جن پر ہر مسلمان کو ایمان لانا واجب ہے ایھا الناس بلغنی انکم تخافون من موت نبیکم ھل خلد نبی قبلی فیمن بعث فاخلد فیکم ترجمہ۔ اے لوگو مجھے یہ خبر ملی ہے۔ کہ تم اپنے نبی کی وفات سے ڈرتے ہو بھلا بتاؤ تو کوئی نبی جو مبعوث ہوا۔ زندہ رہا۔ کہ میں تم میں رہوں (لباب الخیار ص۱۳)

شان [illegible]

گوشت خوری

کل فاتح قوموں میں گوشت خوری کی عادت پائی جاتی ہے۔ اور کسی مُلک کی تاریخ کو اٹھا کر دیکھ لو جب کسی قوم نے ترقی کی ہے۔ اس کے افراد میں گوشت خوری کا رواج ضرور ہوگا۔ ہاں النادر کالمعدوم۔

کسی قوم میں کسی جانور کا گوشت پسند کیا جاتا ہے۔ تو کسی قوم میں کسی جانور کا بعض قومیں بکرے کے گوشت کو اعلیٰ سے اعلیٰ گوشت قرار دیتی ہیں۔ بعض دنبہ کے گوشت کو پسند کرتی ہیں بعض گائے کے گوشت کو سب سے زیادہ مزیدار قرار دیتی ہیں بعض اونٹ کو لطیف سمجھتی ہیں۔ پھر بعض کے خیال میں مچھلی کا سا گوشت کسی حیوان کا نہیں ہوتا۔ اور بعض کے نزدیک طیور کا گوشت سب پر فائق ہے بعض جنگلی جانوروں کے شکار کو پسند کرتی ہیں لیکن گوشت کا رواج دنیا کے اکثر حصوں میں ہے۔ اور دنیا کی آبادی کا اکثر حصہ اس کا استعمال رکھتا ہے۔

اس زمانہ میں آریوں نے اسبات پر زور دینا شروع کیا ہے۔ کہ گوشت خوری سخت گناہ ہے۔ اور اپنے جیسے جانداروں پر ظلم ہے جب کہ دیگر حیوان بھی ویسی ہی روح رکھتے ہیں جیسے ہم اور ہماری طرح تکلیف کا احساس ان میں بھی ہے۔ تو پھر گوشت خوری کے کیا معنی اور کیوں ؟ اپنے مزے کی خاطر جانوروں کو تکلیف میں ڈالا جائے۔ اور جبکہ گوشت کے علاوہ اور کھانے بھی موجود ہیں۔ پھر گوشت کا استعمال صریح سنگدلی پر دال ہے۔

لیکن آریہ بھی اس کے مزے سے نہیں بچ سکتے جب کہ ان میں گوشت خوری کے خلاف تحریک ہوئی۔ فوراً ان میں دو پارٹیاں ہو گئیں۔ ایک گھاس خور کہلائی اور

دوسری نے ماس خور نام پایا چنانچہ کالج پارٹی ماس خور ہی ہے۔ اور وہی زیادہ کام کر رہی ہیں۔ دیانند کالج جو پنجاب کے کالجوں میں خاص شہرت رکھتا ہے۔ اُسی پارٹی کا بنایا ہوا ہے۔ اور اُسی کی کوششوں پر چلتا ہے۔

تعجب ہے کہ حیوانوں کی تکالیف پر تو آریہ اس قدر ناراض ہوتے ہیں اور تمام فرقوں اور قوموں سے دست بہ گریبان ہونے کے لئے طیار ہیں۔ اور اپنے جلسوں میں ان کی طرف سے ایڈوکیٹ بن کر کل گوشت خور قوموں کو ظالم اور مجرم قرار دیتے ہیں لیکن انسانوں کا گوشت کھانا انکا شیوہ ہے۔ کوئی بزرگ کوئی ولی کوئی ریفارمر ایسا نہیں گزرا جس پر ذاتی طور سے گند اور خبث کا الزام انھوں نے نہ لگایا ہو اور جسے ہر قسم کی ناپاکیوں میں ملوث نہ قرار دیا ہو مسلمان ان کے ہموطن ہیں۔ ان کے ماتحت مدتوں تک آرام وچین سے یہ لوگ زندگی بسر کرتے رہے ہیں۔ ان کی حکومتوں میں بڑے بڑے عہدوں پر رہ چکے ہیں۔ اور بڑی سے بڑی ذمہ واریوں کے کام ان کے سپرد رہے ہیں لیکن پھر ان کے اسقدر احسانوں کے باوجود جو سلوک اہل ہنود کا مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ وہ ہر کس وناکس پر ظاہر ہے۔ خیر مسلمانوں کی سلطنت تو گذر چکی تھی۔ اب اس زمانہ میں انگریزی گورنمنٹ کے ماتحت ہندو مسلمان کس سکھ اور چین سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور ہمارے فائدے کے لئے انگریز کیا کیا محنتیں برداشت کرتے ہیں۔ اور کس کس طرح کی کاوشوں سے ہمارے فائدہ کی صورتیں نکالتے ہیں لیکن باوجود اس احسان کے چند سال سے اہل ہنود میں سے ایک معتدبہ گروہ انکا دشمن ہو رہا ہے۔ اور احسان کے بدلہ ان کی جانوں کے درپے ہو رہا ہے۔ تنزّل کے طور پر مان بھی لیں۔ کہ گورنمنٹ نے بعض ہمارے حقوق دبا لئے ہیں تو کیا محسنوں کی بعض غلطیوں پر چشم پوشی نہیں کیا کرتے۔ کیا احسان کی قدر اسی طرح کیجاتی ہے۔ کہ جب تک محسن کچھ دیتا رہا۔ آرام سے رہے۔ اور ذرہ اس سے غلطی ہوئی تو دست وگریبان ہوگئے۔ اور اس کے قتل تک سے باز نہ آئے۔

جو قوم حیوانوں کے گوشت کھانے پر ناراض ہی۔ اُسے کم سے کم انسانوں کے گوشت کھانے سے تو پرہیز کرنا چاہیئے تھا مگر افسوس کہ آریہ حیوانوں کے لیئے تو اس قدر چیختے اور چلّاتے ہیں۔ مگر انسانوں کی ہمدردی ان میں نام کو باقی نہیں۔ ہر ایک فرقہ اور گروہ ان کے ہاتھوں سے نالاں ہی۔ اس لئے نہیں کہ ان کی وجہ سے کسی مذہب کو خطرہ ہی بلکہ اس لئے کہ ان کے وجود سے خود تہذیب کے وجود کو خطرہ لگا ہُوا ہے اور ممکن ہی۔ کہ ان کے ہاتھوں ہندوستان کی اخلاقی حالت بہت ہی نیچے گر جائے۔

ست جگ کا حال آجکل کے آریہ تو گوشت خوری پر اس قدر شور و شر کرتے ہین اور ایک گائے کے بدلہ اگر سو انسان بھی مارنا پڑے۔ تو دریغ نہیں کرتے۔ چنانچہ سکھوں کے زمانہ میں اس قسم کے بہت سے واقعات ہو چکے ہیں کہ ایک گائے کے بدلہ میں بیسیوں انسانوں کا خون کیا گیا۔ اور اب بھی ہندو ریاستوں میں گائے کا مارنا قتل انسان کے برابر رکھا گیا ہی۔ اور پچھلے دنوں کلکتہ میں گائے کی قربانی پر جو فساد ہوئے ہیں اور انسانی خون تک نوبت پہونچی ہی۔ یہ سب باتیں بتاتی ہیں کہ اسوقت ہندوؤں میں حیوانوں کے ذبح کرنے اور خصوصیت سے گائے کی قربانی کرنے سے کیا جوش پیدا ہوجاتا ہی اور کس طرح وہ ایسے موقعہ پر انسانی خون سے بھی پرہیز نہیں کرتے۔

لیکن اگر اُن کے آبا کا حال پڑھیں۔ اور اُس زمانہ پر نظر کریں جب ہنود اپنی پوری زور میں تھی۔ اور ہندوستان انہیں کے قبضہ میں تہا۔ اور جس وقت کے گیت گاتے ہوئے آج بھی ان کی زبانیں خشک ہوتی ہیں۔ اور جس زمانہ کو یاد کر کر کے ان کے مردہ دلوں میں فرحت کی لہر پیدا ہوجاتی ہی۔ تو واقعہ کچھہ اور ہی معلوم ہوتا ہی۔ اور ہم نہ صرف عام جانوروں کے گوشت کو ہی لکڑیوں کے انباروں پر بھنتا ہوا دیکھتے ہیں۔ بلکہ برہمنوں کو گائے کے گوشت کے کباب کھاتے ہوئے پاتے ہیں۔ اور یہ نظارہ ان کے دلوں میں ایک خاص ولولہ پیدا کرتا ہی۔ چنانچہ وہ اُن دعاؤں میں جو وہ اپنے معبودوں

کے سامنے کرتے ہیں۔ اس کو پیش کر کے اپنے لیئے برکتیں اور رحمتیں طلب کرتے ہیں۔ وید کی کئی شرتیوں سے دوسرے جانوروں کی قربانی تو الگ رہی۔ گائے تک کی قربانی ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ رگوید میں ہے۔

"اسے اندر جو کہ تیز رفتار اور طاقت ور اور سب کا سوامی ہے۔ اس ورترا پر اپنا بجر چلا۔ اور اس کو جدا جدا کر جیسے قصائی گائے کو کاٹتا ہے۔ تاکہ مینہ برسے اور پانی زمین سے بہے۔ چوتھا ادھیائے انوکا دس سکت ۴ منتر ۱۲۔ اس سے نہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ویدوں کے زمانہ میں گائے ذبح کیجاتی تھی۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ عام طور سے ذبح کی جاتی تھی۔ کیونکہ قصائی کا پتہ اُسی جگہ ہوتا ہے۔ جہاں کثرت سے جانور ذبح کیئے جائیں۔ ورنہ کبھی کبھار ذبح کرنیکے لئے قصائی نہیں ہوتے۔ لوگ خود کر لیتے ہیں۔ قصائی اسی جگہ ہونگے۔ جہاں ذبح کی اجرت سے ان کا گزارہ چل سکتا ہو۔

ڈاکٹر راجندر لعل صاحب متر جو سنسکرت کے ایک بڑے عالم بنگالی گزرے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ جو حیوان ذبح کیئے جاتے تھے۔ انکو قدیم آریہ کہاتے بھی تھے۔ چنانچہ وہ بتلاتے ہیں اسوالیانا سوتر میں چڑہاوے کے بقیے کے کھانیکی نسبت ہدایتیں دیگئی ہیں اور اتھرن وید کی گوتھ برہمن میں مفصل طور سے ان شخصوں کے نام پائے جاتے ہیں۔ جو قربانی کی رسم کے ادا کرنے میں کچھ نہ کچھ حصہ لیا کرتے تھے اور بتلایا جاتا ہے کہ ہر ایک کو قربانی شدہ جانور کا کونکونسا حصہ ملنا چاہیئے۔

اِسی طرح پروفیسر ولسن صاحب لکھتے ہیں۔ اُس میں کچھ شک نہیں ہے کہ گھوڑا ذبح کیا جاتا تھا اور اسکا بدن ٹکڑے ٹکڑے کر کے درست کیا جاتا تھا۔ اور اس میں سے کچھ ٹکڑے تو اُبالے جاتے تھے۔ اور کچھ بھونے جاتے تھے"

ڈاکٹر راجندر لعل متر اپنی کتاب انڈین آرین پر لکھتے ہیں کہ ہندو مذہب کی تعلیم خواہ کیسی ہی رحم اور مہربانی سے پر کیوں نہ ہو۔ مگر وہ حیوانوں کی قربانی کے بالکل مخالف نہیں ہے

بلکہ بہت سی بری بری رسموں کے ادا کرتے وقت کسی قسم کے حیوان اور پرندے کثرت کے ساتھ ذبح کیئے جاتے تھے۔ ایک رسم کے پورا کرنیکے لیئے رسم ادا کرنے والے کے لیئے بھی ضروری ہوتا تھا۔ کہ وہ سمندر میں ڈوب کر مر جائے۔ اس کو وہ مہا پرستھنا کہتے تھے۔ ایک اور رسم کفارہ کے لئے ہوتی تھی جس میں گنہگار اپنے تئیں جیتا ہی جلا کر راکھ کر لیتا تھا اسکو تشنا کہتے تھے۔ بنگال کی رحمدل عورتیں بہت عرصہ تک اپنے پوٹھی بچوں کو دریائے گنگا میں پھینکتی رہی ہیں۔ آجکل اگر ہندو مذہب کے پیرووں نے ان باتوں پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے (گورنمنٹ کے ڈر سے مؤلف مضمون ہذا) تو یہ فرض کرنا بھی خلافِ عقل معلوم نہیں ہوتا۔ کہ قدیم زمانہ میں دیوتاؤں کے غضب کے مٹانیکے لیئے انسان قربان کیئے جاتے تھے"۔ اس اقتباس سے بھی ظاہر ہے۔ کہ ست جگ میں قربانی کیجاتی تھی۔ بلکہ انسان بھی قربان کئے جاتے تھے۔

مونٹ سٹورٹ الفنسٹن لکھتے ہیں کہ منو کے دھرم شاستر میں بڑے بڑے تیوہاروں میں بیل کے گوشت کھانیکے لئے برہمنوں کو تاکید کی گئی ہے اگر نہ کھائیں تو گنہگار ہوں۔

شاستر میں لکھا ہے کہ جو جانور کھانے میں آتے ہیں اور جو لوگ انہیں کھاتے ہیں دونوں کو برہما نے پیدا کیا ہے۔ اسلیئے اگر شاستر کے بطور پر انہیں کھا دیں تو کچھ گناہ نہیں اور دیوتاؤں اور پتروں کو گوشت چڑھا کر کھانا کچھ پاپ نہیں۔ اور برہمنوں کو ساہی۔ گرگٹ۔ چھپکلی۔ مگرمچھ۔ خرگوش وغیرہ کھانا درست ہے (حجۃ الہند) منو شاستر میں ہے کہ سورج کی اترائیں اور دکھشائن میں بلیدان یعنی قربانی کرنا اور کھانا فرض ہے۔ (حجۃ الہند)

اسرب اینکھدا اتھرن وید میں ہے کہ جن حیوانات کے تلے کے دانت ہیں وہ خوردہ ہیں۔ خوراک سے خورندہ کو کشف حاصل ہے (حجۃ الہند)

اسکے علاوہ مہابھارت وغیرہ کتب سے تو گوشت خوری کی عجیب کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ خود راجہ رامچندر شکار کرتے تھے اور بھون کر کھاتے تھے۔

پس جبکہ اچھی طرح ثابت ہے کہ ست جگ میں جبکہ دنیا میں بدی کا نام و نشان نہ تھا

اور وید اتر رہے تھے۔ گوشت خوری جاری تھی۔ اور بعض تیوہاروں کے موقعہ پر فرض تھی۔ تو اس زمانہ میں نمعلوم آریہ صاحبان اس کے خلاف اس قدر کیوں زور لگا رہے ہیں۔ یا تو ویدوں کو اور اُس زمانہ کے تمام لوگوں کو گندہ اور ناپاک قرار دیں یا اقرار کریں کہ گوشت خوری کے معاملہ میں جو انکی رائے ہے۔ وہ صرف کمزوری اور ضعف قلب کی وجہ سے ہے۔

اس بات کے ثابت کرنیکے بعد کہ اگر گوشت خوری بُری ہے۔ تو ہندو مذہب بھی اس بُرائی میں مبتلا ہے اور خود وید اور منوشاستر جس کی عظمت کا اقرار پنڈت دیانند کر چکے ہیں۔ اسپر شاہد ہیں اور اس رسم کے مؤید ہیں۔ میں ایک اور پہلو سے گوشت خوری کے مسئلہ پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں؛

گوشت خوری کیوں بُری ہے؟ اوّل سوال یہ ہے کہ گوشت خوری بُری کیوں ہے۔ اسکا جواب سوائے اس کے کیا ہے کہ بلاوجہ دوسری روحوں کو تکلیف دیجاتی ہے۔ اور انپر ظلم کیا جاتا ہے۔ پس معلوم ہؤا کہ گوشت خوری اپنی ذات میں بری نہیں بلکہ اس لئے بری ہے۔ کہ جس ذریعہ سے گوشت آتا ہے۔ اس میں ظلم کا شائبہ ہے کیونکہ جب ایک جانور ذبح ہو چکا۔ اس کے بعد اس کو کیا تکلیف محسوس ہو سکتی ہے۔ اس کو تکلیف تو تب تک تھی جب تک وہ ذبح ہو رہا تھا۔ ذبح ہونیکے بعد وہ ایک جسم بیجان ہے۔ اسکے ٹکڑے کرو اس کی ہڈیاں پیس دو۔ جلا دو۔ خاک کر دو۔ اس میں اب تکلیف کا کوئی احساس باقی نہیں رہا جیسے پتھر لکڑی وغیرہ اشیا بیحس ہیں ویسا ہی وہ جسم بیجان بیحس وحرکت ہے۔ پس ظلم گوشت کھانیمیں نہیں۔ ظلم اس طریق حصول میں ہے جس سے گوشت انسان کو ملتا ہے۔ اور گوشت کھانیوالا اس لئے ظالم ہے کہ یا تو وہ خود کسی روح کو تکلیف دیتا ہے یا اُس[1] کے باعث کسی روح کو تکلیف دیجاتی ہے۔ کیونکہ اگر وہ گوشت نہ کھائے تو لوگ جانور ذبح

---

[1] لطیفہ۔ اگر یہ اصول درست مان لیا جائے۔ کہ چونکہ گوشت کھانیوالا گوشت کھاتا ہے۔ اسی لئے جانور ذبح کئے جاتے ہیں اور یہ بھی اس گناہ میں شریک ہے تو خود آریہ بھی ملزم ہونگے گھاس پارٹی کے ممبر جو جوتیاں یا بوٹ پہنتے ہیں یہ بھی آخر جانوروں کے چمڑہ سے بنتی ہیں اور انکا جوتی یا بوٹ خریدنا

بھی نہ کریں۔ غرضیکہ اصل میں بُرا جانور کا مارنا ہی نہ کہ کھانا آریوں کو تو چاہیئے۔ کہ اس بات پر زور دیں کہ جانور ذبح نہ کئے جائیں نہ کہ اس بات پر کہ کھائے نہ جائیں۔ دریائی شکار بغیر مارنے کے ملتے ہیں اور بہت سی قومیں مردہ مچھلی کھاتی ہیں۔ اس اصول کے ماتحت انکا کھانا جائز ہوگا۔

قربانی ہی میں زندگی ہے

اب جبکہ یہ ثابت ہو گیا۔ کہ گوشت خوری میں بری چیز جانوروں کا مارنا یا ذبح کرنا ہی۔ ہم بتاتے ہیں کہ یہ سلسلہ خدا تعالیٰ یا پرمیشور کی طرف سے ہی لگا ہوا ہے اور کوئی جان زندہ ہی نہیں رہ سکتی جب تک کہ وہ اور جانوں کو اپنے لیئے قربان نہ کرے اس لیئے اس میں اگر کوئی ظلم ہی تو اس کا پیدا کنندہ خود پرمیشور ہے۔ اور پرمیشور کی طرف ظلم منسوب نہیں ہوتا۔ بلکہ جو بات خداوند تعالیٰ کی طرف منسوب ہو جائے اور ثابت ہو جائے تو اس کو ہم رحم ہی قرار دیتے ہیں۔ ہاں اس کی وجہ معلوم نہ ہو سکے۔ تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی کسی چیز کی وجہ سمجھ میں نہ آنے سے کسی مذہب پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ مذہب کے لئے اتنا ضروری ہی کہ وہ یہ ثابت کردے۔ کہ فلاں بات خدا کی طرف سے ہے اور جب وہ ایسا ثابت کردے تو اب اس کی وجہ سے اُسے جھوٹا نہیں کہا جا سکتا۔ مثلاً اگر آریہ یہ ثابت کردیں کہ مادہ غیر مخلوق ہی اور اس پر خدا تعالےٰ کی گواہی لائیں اور کسی شخص پر کھلجائے کہ واقعی خدا تعالیٰ نے ہی یہ کہا ہے۔ تو اب وہ اس بات کی بنا پر کہ یہ بات عقل میں نہیں آئی۔ آریہ مذہب کو جھوٹا نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ سینکڑوں باتیں ہیں جن کی وجہ اور جنکا سبب لوگوں کو نہیں معلوم۔ لیکن اس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۲۔ اس فعل میں شریک ہوتا ہی اگر یہ جوتیاں نہ پہنیں تو ضرور چمڑہ کی خریداری کم ہو جائے اسی طرح انکے گھروں میں ہزاروں چیزیں پروں کی استعمال ہوتی ہیں اور انکو معلوم ہی کہ پر لینے کے لئے ہر سال لاکھوں جانور مارے جاتے ہیں چنانچہ بعض جانور اسی وجہ سے قریباً مفقود ہونیکو ہیں جس کے شکار کی ممانعت کے لئے کئی ایکٹ پاس کئے گئے ہیں تو جب کروڑوں ہندو ان پروں کی اشیاء کو خریدتے ہیں تو تجارت کی ترقی کی وجہ سے جانور بھی زیادہ مارے جاتے ہیں اسلئے یہ بھی غیر مذاہب کی طرح اس ظلم میں شریک ہیں اور جیسے گوشت کھانیوالا مجرم ہی ویسے ہی جوتی یا بوٹ پہننے والا۔ اور پروں کی اشیاء استعمال کرنیوالا مجرم ہی۔ منہ

ہی ان کے وجود میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ ایک مریض کے اگر پیٹ میں درد ہوتی ہو تو اس وجہ سے کہ اس درد کا باعث معلوم نہیں اس درد کو غلط قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اسی طرح اگر یہ ثابت ہو جائے۔ کہ زندگی کا قیام ہی اسبات پر ہو کہ ایک جنس دوسری جنس کو قتل کرے یا ہلاک کرے تو اب اس کا نام ظلم نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ کہا جائیگا۔ کہ اسکی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی رہ اس کے لئے ہی جس کی سمجھ میں نہ آئے۔ ورنہ ہماری سمجھ میں تو آتی ہی)

دنیا میں ایسے جانور بھی ہیں جو گوشت کے سوا کچھ نہیں کھاتے

میری اس دعوی کی تائید میں کہ سب جانوروں کا گذارہ دوسری جانداروں پر ہی۔ سب سے پہلے یہ بات ہی کہ پرمیشور نے ایسے جانور پیدا کئے ہیں جو سوائے گوشت کے اور کچھ کھا ہی نہیں سکتے۔ مثلاً شیر چیتا باز شکرہ وغیرہ ان کی خوراک ہی گوشت ہی اور اس کے بغیر ان کی زندگی ہی قائم نہیں رہ سکتی۔ اگر یہ فعل ناپسند تھا تو ایسی مخلوق پیدا ہی کیوں کی۔ اور ایک روح کو ایک گنہ کرنے پر مجبور کیوں کر دیا۔ اگر شیر چیتے وغیرہ کو اختیار دیا جاتا کہ خواہ وہ گوشت کھائیں اور خواہ گھاس وغیرہ تب تو یہ جواب ہو سکتا تھا۔ کہ جب دونوں قدرتیں اس میں رکھی گئی ہیں تو اب یہ اسکا قصور ہی۔ اور پاپ ہے کہ وہ گوشت کھاتا ہی لیکن یہاں تو اس میں کوئی اور طاقت اور قدرت رکھی ہی نہیں گئی جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پرمیشور اسی طرز زندگی کو اس کے لئے پسند کرتا ہی پھر اگر یہ ظلم ہی تو پرمیشور کی طرف سے ہی لیکن پرمیشور کی طرف ظلم منسوب نہیں ہوتا۔ اس لئے ماننا پڑیگا۔ کہ یہ ظلم نہیں ہی۔ ہاں اگر کوئی کہے کہ وہ تو مجبور ہی۔ انسان تو مجبور نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ ظلم تھا۔ تو پرمیشور نے اسے مجبور کیوں کیا۔ کیا پرمیشور ظلم پر مجبور کرتا ہی۔ خدا تعالیٰ کا اُسے مجبور کرنا ہی ثابت کرتا ہے کہ یہ ظلم نہیں ہی۔

ایک آریہ کہہ سکتا ہی کہ یہ جون اس روح کو سزا کیطور پر ملی ہی لیکن اس کا جواب یہ ہی گناہ کیا تھا اس شیر کی روح نے اور عذاب ہو رہا ہی دوسروں کو وہ کسی ہرن کو کسی گائے کو کسی انسان کو کھا رہا ہی سزا تو دوسروں کو مل رہی ہی اسکا کیا نقصان ہوا لیکن اعتراض

تو یہ ہے کہ یہ کیسی سزا ہی جس کا نتیجہ اور گناہ پیدا ہوتا ہی۔ گورنمنٹ کسی کو قید اس لئے کرتی ہی کہ وہ چوری اور ڈاکے سے بچے۔ یا اس لئے کرتی ہی۔ کہ اور چوریاں کرے۔ یہ تو ایسی سزا ہے۔ جیسے ایک جج کسی چور کو یہ سزا دے۔ کہ دس چوریاں اور کرے۔ سزا تو مجرم کو گناہ سے بچانیکے لئے دی جاتی ہی یہاں ایک گنہگار کو ایسی سزا دی گئی ہی۔ کہ جس کیوجہ سے وہ اور گناہ کرے۔ اور ابد الآباد کے لئے جونوں کے چکر میں پھنسا رہے۔ اور اگر کوئی کہے کہ شیر کی جون میں جو خون وہ کریگا۔ انکی سزا اس کو نہ ملیگی۔ تو پھر الزام آئیگا کہ جب اس کے ہاتھوں سے خون کرانیکا کوئی نتیجہ نہ نکلیگا تو اس سے خون کرانا جانوروں پر بلاوجہ ظلم کرانا ہے۔ تو اس ظلم کی ابتداء نعوذ باللہ خدا کی طرف سے ہوگی۔ نہ کہ انسان کی طرف سے

غرض اس قسم کے گوشت خور جانوروں کے وجود سے جو گوشت کے سوا کچھ اور نہیں کھاتے۔ ثابت ہوتا ہی کہ کسی جاندار کو ذبح کرنا ظلم نہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ پر نعوذ باللہ ظلم کا اطلاق ہوگا۔

گوشت خوری کے مضمون پر بحث کرتے ہوئے یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ آریوں کے اعتقاد کے موجب کل حیوانوں کی روحیں اصل میں ایک ہی قسم کی ہیں کیونکہ کبھی ایک روح سانپ بن جاتی ہی۔ اور کبھی انسان اور کبھی شیر اور کبھی باز۔ پس تناسخ کے مسئلہ سے معلوم ہوتا ہی کہ سب حیوانوں کی روحیں ایک ہی قسم کی ہیں خواہ وہ خورد بینی کیڑے کی روح ہو یا ہاتھی کی اور چونکہ روح کو آریہ غیر متغیر مانتے ہیں اس لئے یہ بھی ماننا پڑیگا۔ کہ روح میں تغیر نہیں ہوتا۔ جس حالت میں روح انسان میں تھی۔ اسی حالت میں اب وہ سانپ یا بچھو کی قالب میں ہوگی پس باریک سے باریک کیڑوں کی ہلاکت ایسی ہی ظالمانہ کارروائی ہوگی جیسی کہ انسان یا ہاتھی کی ہلاکت۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ علاوہ ان جانوروں کے جو کہ پیدا ہی گوشت خور کئے گئے ہیں۔ باقی سب جاندار بھی اپنی زندگی کے قیام کے لیئے دوسرے جانداروں کی ہلاکت پر مجبور ہیں۔

پیدائش سے موت تک انسان مختلف بیماریوں میں مُبتلا رہتا ہے۔ بارہا اسے زخم لگتے ہیں۔ اندرونی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ خوردبینی کیڑوں کی وجہ سے کئی بیماریاں اُسے لاحق ہوتی ہیں اور ان بیماریوں کا علاج یہی ہوتا ہے کہ ایسی کرم کش دوائیاں استعمال کی جائیں کہ جن سے وہ کرم ہلاک ہوں اور انسان اس دُکھ اور بیماری سے بچے۔ اور کوئی مذہب اس فعل کو برا نہیں کہتا۔

جب تک خوردبین کی ایجاد نہ ہوئی تھی۔ اُس وقت تک تو بہت سے کیڑے دریافت نہ ہوتے تھے لیکن خوردبین کی ایجاد نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ اس ہماری دنیا میں باریک سے باریک کیڑے موجود ہیں جنکی ہزاروں قسمیں ہیں۔ اور جن کے ہلاک کرنے سے ہم بچ نہیں سکتے۔ اور وہ ایسے چھوٹے قد کے ہیں کہ اعلیٰ سے اعلیٰ خوردبین کے بغیر ہم انہیں دیکھ بھی نہیں سکتے۔ چنانچہ زولوجیکل اصطلاح کے رو سے ان کیڑوں کو پروٹوزوا کہتے ہیں علاوہ بعض انتڑیوں کی بیماریوں اور زخموں کے آتشک کی ایک قسم بھی کیڑوں سے ہی پیدا ہوئی ہے لیکن کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ ان کیڑوں کا ہلاک کرنا گناہ ہے۔ خود آریہ ڈاکٹر اپنے ہاتھوں سے ہزارہا کیڑوں کا روزانہ خون کرتے ہونگے مگر انہیں کوئی ظالم نہیں کہتا حالانکہ جیسی انسانی روح ہے ویسی ہی آریہ اعتقاد کے روح سے اُن کیڑوں کی روح ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک جان بچانے کے لئے ہزاروں جانوں کو ہلاک کیا جائے۔ بھابڑے اپنی طرف سے بڑی کوشش کرتے ہیں اور بعض منہ پر کپڑا باندھ لیتے ہیں۔ تاکہ جرم منہ میں داخل نہ ہو سکیں لیکن خوردبینی اجرام کو یہ رکاوٹیں کب روک سکتی ہیں اور انسان خواہ کتنی ہی کوشش کرے انکی ہلاکت سے کب محفوظ رہ سکتا ہے۔ پس یہ خیال کہ مسلمان یا مسیحی قومیں جانداروں کو ہلاک کرتی ہیں غلط ہے آریہ بھی روزانہ ہزاروں پروٹوزوا کا خون کرتے ہیں اور انکے مذہب کے رُو سے انسانی روح اور ان کیڑوں کی روح میں کچھ فرق نہیں۔

اسی طرح موتی ریشم اور مشک ایسی اشیا ہیں کہ جو بغیر جان لینے کے حاصل ہو ہی نہیں سکتی۔ اور مشک کا استعمال تو ہندوؤں کی عبادتوں کا ایک جزو ہے۔

سل کا علاج بھی مچھلی کا تیل ثابت ہوا ہے اسی طرح معدہ کی مختلف بیماریوں کے لئے پیپسین بنظیر دوائی

مانی گئی ہی جو کہ معدہ کے گلینڈز کا رس ہوتا ہی مگر میں نہیں جانتا کہ ان مفید دواؤں کے استعمال سے آریہ پرہیز کرینگے؛

اسی طرح انسان کی پیدائش میں ہی مختلف کیڑوں کی ہلاکت رکھی گئی ہی انسان کی منی میں بہت سے سپرمیٹوزوا پائی جاتے ہیں اور انہی میں سے ایک کا بچہ بنتا ہی۔ اور وہ رحم مادر میں بیج کا کام دیتا ہی لیکن باقی سب کے سب فنا ہو جاتے ہیں مرجاتے ہیں یا غذا بنجاتے ہیں اب بتائیے اسکا علاج کیا ہو سکتا ہی سینکڑوں دفعہ انسان اپنی عمر میں جماع کرتا ہوگا۔ اور اس سے کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا۔ تو ہر دفعہ وہ کئی جانوں کا قاتل بنتا ہی لیکن آریہ اسپر اعتراض نہیں کرتے؛

چونکہ شہوت انسان کے اندر ایک زبردست طاقت رکھی گئی ہی اس لئے اس خون سے بچنا تو انسان کی طاقت سے باہر ہے ہر ایک انسان کو اس میں مبتلا ہونا پڑیگا۔ اور اگر انسان جماع کرنا ہی چھوڑ دیں تو پھر نسل انسانی کا خاتمہ ہے۔ اور اگر ایک جماع میں ایک بچہ بھی پیدا ہو تب بھی بہت سے سپرمیٹوزوا بیفائدہ ہلاک ہو جائینگے پس نہ صرف یہ کہ انسان و حیوان کو زندگی کے مختلف اوقات میں اپنی جان کی حفاظت کے لئے مختلف جانوں کا خون کرنا پڑتا ہی بلکہ انسان و حیوان کی نسل ہی تب چل سکتی ہی جبکہ بعض جانوں کا خون کیا جائی اب اگر یہ فعل ظلم ہی تو اس ظلم کا بانی نعوذ باللہ پرمیشور ہے جس کی طرف ظلم کا منسوب کرنا ایک کبیرہ گناہ ہی اس لئے ماننا پڑیگا کہ یہ ظلم نہیں ہی؛

حیوان تو حیوان بعض پودوں کو بھی اپنی پرورش کے لیئے جان لینی پڑتی ہے چنانچہ فلائی ٹریپ ایک پودہ ہوتا ہی کہ جس کے پتوں میں ایک خاص حس ہوتی ہی اور جس وقت ان پر کوئی کیڑا آکر بیٹھے۔ کہ وہ چھوئی موئی کے پودہ کی طرح اپنے پتوں کو سکیڑ لیتا ہی اور اسکو کھاجاتا ہی۔ اور بغیر اس کے اس کی کامل پرورش ہوتی ہی نہیں ہی کیونکہ وہ اگر کیڑوں کو نہ کھائیں تو کافی نائٹروجن اُن کے جسم میں نہیں پہنچتی اور اس کے بغیر ان کی پرورش محال ہی پس انسان تو خیر انسان تھا پرمیشور نے تو جانداروں کو ہلاک کر کے کھانیکا کام تو پودوں کے

اب باوجود اس قدر دلائل کے کہ تمام حیوان اور بعض پودے اپنی جان کی حفاظت کیلئے دوسرے جانداروں کی ہلاکت پر مجبور ہیں یہ الزام لگانا کہ جانداروں کا ذبح کرنا ایک بڑا ظلم ہے۔ خود ظلم ہے جب ہماری زندگی کا دارومدار ہی اسبات پر رکھا گیا ہے تو پھر یہ ظلم کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور جب یہ ظلم نہیں تو ہم اپنی ضرورت کے پورا کرنیکے لیے بعض جانوروں کو مار سکتے ہیں اور جب مارنا ہی ظلم ثابت نہ ہُوا۔ تو گوشت کا کھانا تو پھر کسی صورت میں قابلِ اعتراض رہا ہی نہیں کیونکہ ذبح کردہ جانور کا گوشت ایک بیجان چیز ہے۔ اس کے کھانے یا پکانے میں کسی قسم کے ظلم یا دکھ کا کچھ تعلق نہیں۔

کوئی شخص یہ اعتراض کر سکتا ہے جس قدر مثالیں پیش کی گئی ہیں ان میں تو انسان مجبوری سے یہ کام کرتا ہے اور گوشت کھانیکے لئے جو جانور ذبح کئے جاتے ہیں اُن میں کوئی مجبوری ہے اور نہ اشد ضرورت۔ اسکا جواب میں پہلے دیچکا ہوں لیکن اب پھر لکھتا ہوں۔ کہ مجبوری بیشک استثنا میں داخل ہوتی ہے لیکن ہم تو دیکھتے ہیں کہ اس ہلاکت کے فعل پر تمام کے تمام انسان قریبًا ہر روز کسی نہ کسی طریق پر مجبور ہیں اگر یہ مجبوری اس قسم کی ہوتی کہ کروڑوں میں سے ایک آدمی برسوں میں ایک دفعہ اس فعل پر مجبور ہو جاتا تو ہم کہتے کہ تھا تو یہ ظلم لیکن مجبوری پیش آگئی کیا کیاجائے لیکن یہاں تو بات ہی اور ہے۔ ایک فعل کے کرنے پر ہم سب کے سب قریبًا ہر روز مجبور ہوتے ہیں۔ اب اسے ظلم کیونکر کہہ سکتے ہیں اتفاقی بات ہوتی تو خیر یہ بہانہ ہو سکتا تھا لیکن یہ رکاوٹ تو ہر ایک انسان کیلئے راستہ میں درپیش ہے اسلئے اسکو مجبوری کہکر ظلم نہیں کہہ سکتے۔

دوسرے جس قدر مثالیں دی گئی ہیں وہ سب کی سب مجبوری سے نہیں ہیں موتی مشک ریشم کا حصول اور ہیروں کا اور چمڑے کا استعمال اس میں کوئی مجبوری نہیں لیکن ہزاروں ہیں جو گوشت کے استعمال کو بُرا کہتے ہیں اور ان چیزوں کا استعمال رکھتے ہیں پھر جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں ایکدفعہ کے جماع میں کئی جانوں کا نقصان ہو جاتا ہے وہ کہاں کی۔

آریہ گوشت خور ہیں

مذکورہ بالا دلائل کے علاوہ ایک بات اور خاص طور سے قابل غور ہے وہ یہ کہ خود پنڈت دیانند اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں لکھتا ہے "جو نہایت درجہ کے تموگنی ہیں وہ نہ چلنے والے درخت وغیرہ کا کیڑے مکوڑوں کا مچھلی سانپ کچھوے۔ مویشی اور مرگ (جنگلی چوپایہ) کا جنم پاتے ہیں" صفحہ ۳۳۶-

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ پودہ اور درخت بھی ذی روح رکھتے ہیں کہ جو انسان میں ہے پھر جانور کے ذبح کرنے یا درخت کے کاٹنے یا اس کا پھل توڑنے یا کھیتی کو کاٹنے میں کیا فرق رہ گیا جیسا کہ دکھ ایک جانور کو ذبح کرنے سے اُسے ہوتا ہوگا۔ ایسا بلکہ اس سے بھی زیادہ درخت یا اُسکے پھل کے کاٹنے سے ہوتا ہوگا کیونکہ جانور تو ایک منٹ میں ذبح ہو جاتا ہے اور درخت کو کاٹتے ہوئے بہی دیر لگتی ہے۔ پھر پھل کاٹنا یا شاخ کاٹنا تو اور بھی خطرناک ہے اور بالکل ایسا ہی جیسے ہم آدمی کی انگلیاں کاٹ دیں۔ یا ہاتھ پاؤں توڑ دیں پس اس صورت میں آریہ مسلمانوں کی نسبت زیادہ پاپ کماتے ہیں اور گوشت خوروں کی نسبت انکو زیادہ خوف لگا ہوا ہے۔ اور جب ان اشیاء میں بہی جان ہے تو انسان اب کھائے کیا۔ اور زندہ کس طرح رہے۔

حرام وحلال کی حقیقت

اب اسبات کے ثابت کرنیکے بعد کہ جانداروں کے ذبح کرنے کا کل پاپ نعوذ باللہ پرمیشور کے اپنے حکم اور جبر سے ہے۔ اور آریہ بھی مسلمانوں یا دیگر اقوام کی طرح اس فعل میں شریک ہیں۔ میں بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی فعل حرام یا حلال کیوں قرار دیا ہے سو یاد رہے کہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز حرام تبھی کیجاتی ہے کہ جب وہ عقل کے لیے جسم کے لیئے اخلاق کے لیئے یا روحانی قوی کے لیے مضر ہو اس کے سوا اللہ تعالیٰ کسی فعل کو منع نہیں کرتا خواہ وہ کھانیکا ہو۔ پینے کا ہو معاملات سے ہو عبادات سے ہو اور منع صرف اسی صورت میں کرتا ہے کہ جب مذکورہ شرایط میں کوئی شرط پائی جاوے۔ یا ایک سے زیادہ شرائط پائی جائیں اسی طرح گوشت خوری کے متعلق جن جانوروں کا گوشت مذکورہ بالا شرایط کے ماتحت آتا تھا۔ انکا مارنا منع کر دیا جیسے سؤر کا گوشت

کھانا یا انسان کو مارنا کہ یہ کام اخلاق کیلیئے اور روح کے لئے مضر ہیں اور جن جانوروں کا مارنا یا کھانا ان شرائط کے تحت نہ تھا۔ انکی نسبت منع نہیں فرمایا۔ جسکا جی چاہے کھائے اور فائدہ اٹھائے۔

اس میں کیا شک ہے کہ جسم انسانی گوشت پوست ہڈیوں اور اعصاب وغیرہ سے بنا ہوا ہے اور اس کی اعلیٰ غذا وہی ہوگی جو ان اشیاء کی جن سے انسان مرکّب ہے۔ پرورش کرے۔ اور ایسی غذائیں اکثر حیوانات و نباتات میں پائی جاتی ہیں اور انسان کے لیئے ضروری ہے۔ کہ جن گروہ غذائیں استعمال کرے جو اس کے لیئے زیادہ مفید ہوں ادنیٰ سے ادنیٰ پودہ اور ادنیٰ سے ادنیٰ حیوانات اُن غذاؤں کو استعمال کرتے ہیں جو ادنیٰ درجہ کی مرکّب ہوتی ہیں۔ اور جوں جوں وہ نباتی یا حیوانی مادہ میں ترقی کرتے ہیں انکی غذا زیادہ مرکب ہوتی جاتی ہے اور وہ ضروری اغذیہ کو ادنیٰ مرکبات سے نہیں لے سکتے۔ انسان چونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ حیوان ہے اسکے لیئے اعلیٰ سے اعلیٰ مرکبات کا استعمال ضروری ہے۔ اور البیومن کے استعمال کے بغیر انسانی جسم کی خوراک بالکل ناقص رہتی ہے بعض پودوں میں بھی البیومن ضرور پایا جاتا ہے لیکن گوشت میں تو ایک بڑا حصہ البیومن کا ہوتا ہے اسلیئے البیومن کی ضرورت کو پورا کرنیکے لیئے گوشت بہ نسبت دوسرے پودوں کے زیادہ مفید ہے ہاں بعض اغذیہ ایسی بھی ہیں جو نباتات سے زیادہ عمدہ ملسکتی ہیں اسلیئے اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو نباتات و حیوانات دونوں کے استعمال سے نہیں روکا۔ اور دونوں کا استعمال انکے لیئے جائز قرار دیا ہے لیکن جو اشیاء کسی صورت میں مضر تھیں۔ ان سے منع کردیا ہے چونکہ انسانی جسم کے لیئے البیومن کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ بہت جلد خون میں ملتی ہے۔ اسلیئے گوشت کا کھانا بھی انسان کے لیئے ضروری ہے کیونکہ یہ گوشت میں بہت کثرت سے پائی جاتی ہے اسی طرح بعض ضرورتوں کے لیئے نباتات کا استعمال عمدہ و مفید ہے۔ اور اللہ تعالیٰ مفید اشیاء کے استعمال سے انسان کو نہیں روکتا۔

گوشت کا استعمال ایک بہت معمولی بات تھی لیکن آریوں نے خواہمخواہ اسے بڑھا دیا ہے اور ایسی اہمیت دی ہے کہ ایک دوست کے پیش کرنے پر ہم کو بھی رسالہ کے کئی صفحہ وقف کرنے پڑے لیکن ان صفحات کا کوئی افسوس نہ ہوگا اگر کسی شخص کو فائدہ پہونچ جائے اور وہ سمجھ لے کہ یہ باتیں معمولی ہیں اور مذہب کی سچائی کا ان سے کچھ تعلق نہیں مذہب کچھ اور ہی ہے اور پھر اس اصول کو سمجھکر مذہب کی طرف توجہ کرے +

(مرزا محمود احمدؐ)

سیّدنا نور الدّین

شاہ پور کی خاک نے وہ بے بہا لعل اور بیش بہا ہیرا پیدا کیا۔ کہ جس کی ایک ایک بات کا مول اگر کوہ نور ہیرا رکھدیا جائے تو بھی نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز کہنا پڑتا ہے؛

جس طرح پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ستودہ صفات . . . . تمام انبیاء علیہم السّلام کے کمالات کی جامع تھی۔ ویسے ہی ہماری مقتدا خلیفۃ المسیح کا وجود باوجود امت محمدیہ کے علماء کے فضائل مجموعی طور پر اپنے اندر رکھتا ہے آپ نے بزرگی و سیادت کسی وراثت میں حاصل نہیں کی جیسا آجکل کے گدی نشینوں میں قاعدہ ہے کہ باپ کے بعد بیٹا۔ بیٹے کے بعد پوتا خواہ وہ کس قدر نالایق اور اس عہدے کے ناقابل ہو۔ بلکہ آپ نے باقاعدہ تحصیل علم کی اور نہ صرف ہندوستان میں بلکہ یمن و عرب میں اپنی عمر کا حصہ گذارا۔ اور حج بیت اللہ سے مشرّف ہو کر حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے عارف باللہ مہاجر الی اللہ کی صحبت سے مستفیض ہوتے رہے پھر خدا تعالےٰ نے دنیا میں آپکو ہر طرح عزّت و برتری دی اور شاہی طبیب ایک معقول تنخواہ پر رہے۔ لیکن اس ملازمت میں آپ کی ذاتی آزادی قائم رہی اور اپنے علمی شغل کو ترک نہیں کیا۔ جس میں زیادہ تر قرآنمجید

کی اشاعت کا جوش تھا۔ یہی تڑپ آپ کو قادیان میں لائی۔ اور آپ نے تنگی کی گھڑیوں میں اپنے امام کی وہ اطاعت کی کہ ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد کے مطابق خادم سے مخدوم بنے۔ یہ آپ ہی کی خصوصیت ہے۔ کہ تمام قوم نے آپکو بالاتفاق اپنا امام تسلیم کیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ میرے خیال کے واہمہ میں بھی کبھی یہ بات نہیں گذری کہ لوگ مجھے پیر بنائیں۔ آپ ہمیشہ فرمایا کرتے ہیں کہ جب میں بیعت لینے لگتا ہوں تو کانپ جاتا ہوں۔

پھر آپ نے بارہا سنایا ہے اور اپنے عمل سے اس قول کی تصدیق کی ہے کہ میں کسی بات میں تمہارا محتاج نہیں نہ تم سے کوئی اجر مانگتا ہوں حتیٰ کہ تمہارے سلاموں کا خواہشمند بھی نہیں۔ جب میں رات کو سوتا ہوں تو الحمد للہ کسی کیساتھ کوئی ناراضگی کوئی حرص میرے دل میں نہیں ہوتی اور سب سے فارغ البال ہو کر سوتا ہوں۔

آپ کی طبیعت میں فیض رسانی کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ دوست دشمن آپ کے احسانوں سے شرمندہ ہیں۔ جس حقیقی دلسوزی سے آپ طبابت کرتے ہیں وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ اور کسی سے ہرگز ہرگز کبھی کچھ معاوضہ لینے کی خواہش ظاہر نہیں کی۔ بلکہ دوا بھی اپنی گرہ سے دیتے ہیں غریبوں مسکینوں کی بہ نفس نفیس راتوں کو اٹھکر خبر لیتے ہیں کبھی نسخہ بتانے میں آپ نے بخل سے کام نہیں لیا۔ آپ کی طبابت کا طریق وید ک یونانی ڈاکٹری کا مجموعہ ہے اور اپنے مجربات کو کبھی پوشیدہ نہیں رکھا اور آپ نے کبھی یہ خیال نہیں کیا جیسے بعض طبیب کہتے ہیں کہ ہمارا نسخہ اگر ظاہر ہو گیا تو دوکان نہیں چلیگی۔ باوجود اس قدر کھلم کھلا کارروائی کے آپکا مقابلہ کوئی نہیں کر سکا۔ تشخیص مرض کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص مہارت بخشی ہے۔ خیر یہ تو آپ کے طبی اوصاف کا ایک شمہ ہے۔ لیکن جس بات نے آپکو حضرت مسیح موعود کے بعد چودھویں صدی کا ایک بے نظیر صاحبدل علامہ ثابت کیا ہے۔ وہ آپ کا دینی علم اور پھر اس کے مطابق عمل ہے آپ کی زندگی نبی کریم صلعم کی زندگی کا نمونہ ہے اور بہت سے مسئلے صرف آپ کے طرز عمل سے حل ہوتے ہیں آپ صبح سے لیکر عشا کے بعد تک قرآن شریف

اور حدیث پڑھاتے رہتے ہیں حتیٰ کہ سننے والے تھک جائیں۔ مگر پھر بھی یہی فرمایا کرتے ہیں۔ کہ میری پیاس نہیں بجھی۔ اور پھر ہر روز باقاعدہ ایسا ہی کرتے ہیں نہ صرف مردوں میں بلکہ عورتوں میں بھی باقاعدہ درس دیتی ہیں اور کئی سبق پڑھاتے ہیں۔

جس طرح قرآن شریف ہر طبقے ہر مذاق کے لوگوں کے لئے یکساں مفید و بابرکت ہے اسی طرح پر آپکے درس سے ہر قسم کے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ بی۔ اے ایم۔ اے اور بڑے بڑے آزاد فلسفی مزاج اور بڑے بڑے عالم آپ سے قرآن شریف پڑھتے ہیں۔ اور وہ وہ نکات معرفت سنتے ہیں کہ سر دھنتے ہیں آپ میں حاضر جوابی کا وصف ایسا بینظیر ہے۔ کہ ابھی سائل سوال پورا کرنے نہیں پاتا۔ کہ اس کا مفصّل و مدلل جواب سن لیتا ہے اور آپ کے معلومات کی وسعت کا یہ حال ہے کہ کوئی مسئلہ ہو آپ کی رائے اس میں نہایت ہی صائب ہوگی اور آپکو مطالعہ کا ایسا شوق ہے کہ جہاں کسی علمی کتاب کی خبر پائی فوراً منگوائی اور کئی ہزار روپیہ صرف نادر الوجود کتابوں کے مہیا کرنے میں خرچ کر دیا ہے اور پھر منگوا کر ان کو اول سے آخر تک پڑھتے ہیں ان پر فوائد لکھتے ہیں چنانچہ آپ کے کتبخانہ میں جس قدر کتابیں ہیں اُنپر آپکے حواشی لکھے ہیں۔ اور فرمایا کرتے ہیں کہ میں اگرچہ دودھ بھی نہیں پیتا۔ مگر میری قویٰ ایسے مضبوط ہیں اور دماغ ایسا قوی کہ میں خدا کے فضل سے چھ سات سو صفحے کی کتاب ایک رات میں پڑھ سکتا بلکہ پڑھ لیا کرتا ہوں۔

باوجود اس علم و فضل کے آپ اعلیٰ درجہ کے خوش اخلاق ہیں۔ آپ ایسی سادہ زندگی بسر کرتے ہیں کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے اس زمانہ میں جبکہ پوشاک و خوراک کے اخراجات ایسے بیحد بڑھگئے ہیں اور طرح طرح کی دلربا چیزیں نکل آئی ہیں آپ کا ذاتی خرچ صرف چند روپے ہے۔ تکلف اور بناوٹ سے آپ کی طبیعت کوسوں دور ہے۔ اور آپ کی سادگی نورٌ علیٰ نور ہے۔ پھر مشکل سے مشکل وقت میں بھی دیکھا گیا ہے کہ آپ ایسے بشاش رہتے ہیں جیسے معمولی حالات میں اور ہمیشہ فرمایا کرتے ہیں مومن لاخوف ولا یحزن

ہوتا ہے آپ یتامیٰ کی پرورش کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ اور ہمیشہ آپ نے کسی یتیم لڑکے لڑکی کو اپنے گھر میں اپنی اولاد کے برابر رکھا ہے اللہ تعالیٰ کا آپ سے خاص وعدہ ہے کہ وہ اپنے غیب سے ان کو رزق دیتا ہے اور بارہا آپ نے سنایا ہے کہ میرے رزق کا کوئی پتہ نہیں لگا سکتا کہ کہاں سے اور کس طریق سے آتا ہے پہلے طبابت کا کچھ پردہ تھا۔ پھر بیماری میں اللہ تعالیٰ نے وہ بھی اٹھا دیا۔ اور آگے سے بڑھکر روپیہ آیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بےحساب رزق دیتا ہے اور اسی طرح آپ اسے اپنے دامن پکڑنے والے غربا و مساکین و اقربا پر خرچ کرتے ہیں۔ سائل کے سوال کو آپ نے رد نہیں کیا باوجودیکہ چار پانچ لاکھ کی جماعت آپ پر مال تو کیا جان نثار کرنے کو طیار ہے مگر آپ نے کبھی ان سے کوئی طمع نہیں رکھی بلکہ جس کار خیر میں جسکا اعلان ہو ضرور چندہ سے حصہ لیتے ہیں اور اتنا دیتے ہیں کہ قریباً سب سے بڑھ جاتے ہیں۔ عورتوں کیساتھ نیک برتاؤ کے خاص طور پر حامی ہیں اور ان کے حقوق اور ان پر شفقت و رحم سے برتاؤ کے متعلق اپنے ہر ایک وعظ میں کچھ نہ کچھ ضرور ذکر کرتے ہیں آپ کے علم و فضل کے دوست دشمن مداح ہیں چنانچہ ہمارے مخالف بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آپ ایک بے نظیر عالم ہیں اور آپ کا طرز سلوک کچھ ایسا ہے کہ باوجود مذہبی مخالفت کے سب آپکی تعریف کرتے ہیں آپ علم مناظرہ میں بھی ایک خاص طرز کے موجد ہیں اور خصم کو ایک دو باتوں ہی میں روک دیتے ہیں۔ آپ کے زہد و تقویٰ کا حال یہ ہے کہ کوئی فعل کوئی قول کوئی حرکت کوئی سکون ایسا نہیں جو نبی کریمؐ کی سنت کے خلاف ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی محبت میں ایسے گداز ہیں۔ کہ حد بیان سے باہر ہے آپ باوجود اس سادگی و بے تکلفی کے ایک خاص رعب رکھتے ہیں بڑے بڑے امراء و فضلا دم بخود رہ جاتے ہیں ایک اور بات عجیب ہے کہ جو لوگ اپنا رعب قائم رکھنا چاہتے ہیں یا اس بات کے خواہشمند ہوں کہ ہماری بات کا اثر ہو وہ اکثر خلط سے پرہیز رکھتے ہیں لیکن آپ صبح سے شام تک پبلک میں رہتے ہیں پھر بھی خاص رعب ہے اور جو بات کرتے ہیں۔ چونکہ دل سے اُٹھتی ہے اسلیئے دل پر اثر کرتی ہے

آپ کی عمر ستر برس سے متجاوز ہے مگر آپکے ہوش و حواس عقل اور قویٰ اسقدر عمدگی کیحالت میں ہیں کہ جوانوں کو شرم آتی ہے۔

اس بیماری میں آپکے بہت سے چھپے ہوئے اوصاف کا اظہار ہوا ہے سخت سے سخت کرب کی حالت میں بھی آپکے منہ سے سبحان اللہ وبحمدہٖ ہی نکلتا رہا۔ اور آپ پورے طور پر راضی برضا تھے پھر اپنے متعلقہ امور میں دلچسپی لیتے۔ اور خدام کو نیک مشورے دیتے رہے اور جب ہوش آیا۔ قرآن مجید سنا یا سنایا۔ غرض آپ ایک بےمثال و بےنظیر بزرگ ہیں اللہ تعالیٰ بہت مدت تک آپکو ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ ہم لوگوں پر تو خوشامد یا مبالغہ کا گمان ہو سکتا ہے مگر حضرت مسیح موعود جو خدا کے مرسل تھے اور جن میں خوشامد بالکل نہیں ہوتی اور جو خدا تعالیٰ کے مقابل میں مخلوق کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے۔ انھوں نے آپ کی تعریف میں بہت کچھ لکھا ہے چنانچہ فرماتے ہیں ؎

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نوردیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقیں بودے

اکمل

ارشادات امیر رضہ

۱۔ ہمیشہ یہہ دستور العمل چاہیے۔ (۱) پانچ وقت نماز باجماعت ادا کریں (۲) قرآن شریف توجہ کیساتھ ضرور پڑھو (۳) تکبر بڑائی چھوڑ دو (۴) بری صحبتوں سے لازمی طور پر کنارہ کش رہو (۵) لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ذکر بہت کرتے رہو۔

۲۔ دکھوں اور مصیبتوں کیوقت تین علاج ہیں (۱) اللہ کا ذکر کرتے رہنا (۲) قرآن شریف اکثر پڑھتے رہنا (۳) پاک لوگوں کی صحبت میں رہنا۔ اور غافلوں کی صحبت سے کنارہ کشی۔

۳۔ اللہ کے تمام احکام کے فرمانبردار بنجاؤ۔ راستباز ہو۔ شرک نہ کرو۔ خدا کی دی ہوئی نعمتوں پر شاکر رہو۔ تو اس کا فائدہ یہ ہوگا۔ کہ اللہ اپنی جناب سے دین و دنیا کے امور کی ہدایت کریگا۔

نماز جمعہ کی ادائگی کیلئے میموریل

شہنشاہ جارج پنجم شاہ برطانیہ وقیصر ہند کے دربار تاجپوشی کا عظیم الشان دربار جو ۱۲۔ دسمبر کو ہندوستان کے شاہان اسلامی کے قدیم دار الخلافہ میں منعقد ہو نیوالا ہے وہ تاریخ ہندوستان میں ایک ایسا اہم واقعہ ہے۔ کہ اس کے متعلق طبائع میں عجیب ولولے پیدا ہو رہے ہیں ہندوستان کو صدیوں بعد یہ عزت نصیب ہوگی کہ اس کا شہنشاہ اسکے قدیم دار الخلافہ میں تخت نشین ہوگا اور شہنشاہ بھی ایسا کہ اپنی وسعت ملک کے لحاظ سے نہ اس زمانہ میں اور نہ کسی پرانے زمانہ میں اپنی نظیر رکھتا ہے پس یہ لازمی امر تھا کہ ایسے عظیم الشان اور مبارک موقعہ پر طرح طرح کی امنگیں طبائع میں پیدا ہوئیں۔ اور خصوصاً رعایا کے اس حصہ کے دلوں میں جو اپنے بادشاہ کی وفاداری کو اپنے مذہب کا ایک جزو سمجھتے ہیں۔

اس مبارک موقعہ پر میں سلسلہ احمدیہ کا امام ہونیکی حیثیت سے ایک اہم امر کی طرف تمام مسلمانان ہند کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ سلطنت انگریزی نے جب سے ہندوستان میں قدم رکھا ہے یہ زرین اصول ہمیشہ اپنے مد نظر رکھا ہے۔ کہ ہر قوم کو پوری مذہبی آزادی حاصل ہے۔ اور اپنے فرائض مذہبی کی ادائگی میں انکو کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہو چنانچہ سب قومیں جو اس وسیع ملک میں آباد ہیں۔ اپنے اپنے مذہبی فرائض اور مذہبی رسوم کی ادائگی میں ایسی ہی آزاد ہیں جیسے کہ وہ اپنے ہم مذہبوں کی حکومت کے نیچے ہوتیں گورنمنٹ انگریزی کا نہ کبھی یہ منشا ہوا اور نہ ہی ہو سکتا ہے کہ کسی قوم کو بلا وجہ اسکے کسی مذہبی فرض کی ادائگی سے روکا جاوے۔ یا ایسے اسباب پیدا کیے جاویں جن سے ایسی ادائگی میں کسی قسم کی رکاوٹ واقع ہو ہاں اگر کسی قوم کی کوئی ایسی تکلیف محسوس ہو تو گورنمنٹ کو اسکی اطلاع دینا یا اسکی طرف متوجہ کرنا یہ خود اس قوم کا فرض ہے۔ اہل اسلام سلطنت انگریزی کی ان برکات سے ہر طرح سے فائدہ اٹھا

اٹھا رہے ہیں لیکن ایک امر ابھی تک ایسا ہی کہ اس کی طرف گورنمنٹ کو پورے زور سے توجہ نہیں دلائی گئی۔ اور مسلمانوں کو قیصر ہند کے ہندوستان میں تاجپوشی کے مبارک موقعہ سے بڑھکر بہتر موقعہ اس غرض کیلئے پھر میسر آنا مشکل ہوگا۔

جمعہ کا دن اسلام میں ایک نہایت مبارک دن ہے۔ اور یہ مسلمانوں کی ایک عید ہے بلکہ اس عید کی فرضیت پر جس قدر زور اسلام میں دیا گیا ہے۔ ان دو بڑی عیدوں پر بھی زور نہیں دیا گیا جن کو سب خاص و عام جانتے ہیں کیونکہ یہ عید نہ صرف عید ہے۔ بلکہ اس دن کے لیئے قرآن کریم میں یہ خاص طور پر حکم دیا گیا ہے۔ کہ جب جمعہ کی اذان ہوجائے تو ہر قسم کے کاروبار چھوڑ کر مسجدوں میں جمع ہوجاؤ جیسا کہ فرمایا یا ایھا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ وذروا البیع۔ یہی وجہ ہے کہ جب سے اسلام ظاہر ہوا۔ اسلامی ممالک میں جمعہ کی تعطیل منائی جاتی رہی ہے اور خود اس ملک ہندوستان میں برابر کئی سو سال تک جمعہ تعطیل کا دن رہا ہے کیونکہ آیت مذکورہ بالا کے رُو سے یہ گنجائش نہیں دیگئی۔ کہ جمعہ کی نماز کو معمولی نمازوں کی طرح علیحدہ علیحدہ بھی ادا کیا جاسکتا ہی بلکہ جماعت میں حاضر ہونا اور خطبہ سننا اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا اس کیلیئے ضروری قرار دیئے گئے ہیں بلکہ عید کی نماز کے لیئے بھی اسقدر تاکید اسلام میں نہیں جس قدر کہ جمعہ کی نماز کے لیئے ہی اور مذہب اسلام کے رُو سے جو شخص جمعہ کو چھوڑتا ہے۔ وہ سخت گنہگار ہے۔ ہندوستان کی تین بڑی قوموں یعنی ہندوؤں عیسائیوں اور مسلمانوں میں سے ایک خاص دن میں عبادت کے لیئے جس شدّومد سے قرآن شریف میں جمعہ کے متعلق حکم ہے باقی دو قوموں کے سبت کے متعلق اس زور سے قطعاً انکی مقدس کتابوں میں ذکر نہیں۔ ان تمام باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ ایک عظیم الشان اسلامی تہوار ہے۔ اور نماز جمعہ کے تمام شرائط کے ساتھ ادا کرنیکی ہر ایک مسلمان کو ایسی سخت تاکید کی گئی ہے کہ اسے صاف الفاظ میں یہ حکم دیا گیا ہی کہ وہ اسوقت کسی دوسرے کام کو قطعاً نہ کرے۔

اب یہ امر ظاہر ہے کہ جس قدر کسی بڑی قوم کے بڑے بڑے تہوار ہیں۔ اُنکے منانے کے لئے گورنمنٹ نے اپنی سب رعایا کو یکساں آسانی دے رکھی ہے سب سے زیادہ مشکلات ایسے تہواروں کے منانے میں ان لوگوں کو ہو سکتی ہیں جو بوجہ ملازمت گورنمنٹ اپنے وقت کے آپ مالک نہیں مگر ہماری مہربان گورنمنٹ نے صرف مذہبی آزادی کو مدنظر رکھکر یہ ضروری قرار دیا ہے کہ سب قوموں کے بڑے بڑے تہواروں کے دنوں میں تمام سرکاری دفاتر اور سب عدالتیں وغیرہ بند ہیں۔ تاکہ وہ حصہ رعایا جو ملازم گورنمنٹ ہیں۔ اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ ان تہواروں کے منانے میں شریک ہو سکیں درحقیقت اگر گورنمنٹ اپنے ملازمین کو اسقدر آزادی نہ دیتی۔ تو پھر مذہبی آزادی برائے نام ہوتی پس گورنمنٹ کے اس طریق عمل سے کہ اپنے ملازمین کیخاطر وہ بڑے بڑے قومی تہواروں کے دنوں میں اپنے سب دفاتر کو بند رکھتی ہے یہ امر تو ظاہر ہو گیا کہ گورنمنٹ کا دلی منشا یہ ہے کہ کسی قوم کو اپنے مذہبی فرائض کی ادائگی میں کسی قسم کی روک محسوس نہ ہو لیکن جمعہ کی نماز کی ادائگی کے لیے جہاں تک دیکھا گیا ہے۔ اس قسم کی آزادی ابھی تک حاصل نہیں اور شہنشاہِ ہند کی تاجپوشی کے مبارک موقعہ پر اس آزادی کے حصول کیلئے جس قدر زور دیا جائے کم ہے!

یہ تو ظاہر ہے کہ نظام گورنمنٹ اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ کہ ہر ہفتہ میں دو دن کی تعطیل ہو۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اتوار شاہ وقت کے مذہب کے لحاظ سے تعطیل کا ضروری دن ہے پس کوئی ایسی تجویز گورنمنٹ کے سامنے پیش کرنی چاہیئے جس سے نظام گورنمنٹ میں بھی کوئی مشکلات پیش نہ آویں اور اہل اسلام کو یہ مذہبی آزادی بھی ملجائے اسکی آسان راہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن نماز جمعہ کیوقت یا تو سب دفاتر اور عدالتیں سکول کالج وغیرہ دو گھنٹے کے لیے بند ہو جاویں یا کم از کم اتنی دیر کے لیے مسلمان ملازمین یا مسلمان طلباء کو اجازت ہو کہ وہ نماز جمعہ ادا کریں اور اس کے متعلق جملہ دفاتر و جملہ محکموں میں گورنمنٹ کی طرف سے سرکلر ہو جاوے۔ گو اس وقت بعض افسر اس قسم کی اجازت اپنے ماتحتوں کو دیتے ہیں مگر ایسی مثالیں

کم ہیں اور خصوصاً سکولوں اور کالجوں میں تو بالکل نہیں۔ ایسی اجازت نہ صرف مسلمانوں کی راہ سے ایک بڑی روک کو اٹھائیگی بلکہ آخرکار گورنمنٹ کے لیئے بھی یہ فائدہ مند ثابت ہوگی کیونکہ نماز جمعہ میں ایک لازمی جزو خطبہ کا سننا ہی اور خطبہ کیا ہی اس میں یا تو اخلاقی وعظ ہوتا ہی۔ یا پیش آمدہ امور میں مسلمانوں کو جو راہ اختیار کرنی چاہیئے اسکا ذکر ہوتا ہے گورنمنٹ خود اس ضرورت کو محسوس کرتی ہے کہ طلباء کی مذہبی تعلیم کا کوئی انتظام ہو تاکہ جو بد نتائج خالی دنیوی تعلیم سے پیدا ہو رہے ہیں جس کیساتھ اخلاقی یا دینی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں۔ انکا انسداد ہو سکے۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر گورنمنٹ اور علمائے اہل اسلام توجہ کریں تو جمعہ کے خطبہ سے بڑھکر کوئی بہتر صورت اخلاقی اور دینی وعظ اور تعلیم کی نہیں کیونکہ اس سے سب خاص و عام فائدہ اٹھا سکتے ہیں +

اور یہ امر کہ جمعہ کے دن دو گھنٹوں کے لیئے مسلمان ملازمین اور مسلمان طلباء کو نماز جمعہ کی ادائگی کے لیئے اجازت دیدی جاوے کوئی ایسا امر نہیں جس سے گورنمنٹ کی راہ میں کوئی مشکلات پیدا ہوتی ہوں کیونکہ سکولوں اور کالجوں میں تو یہ ضرورت صرف سردیوں کے موسم میں پیش آئیگی گویا سال میں صرف چھ ماہ کے لیئے اس انتظام کی ضرورت ہوگی باقی چھ ماہ اس وجہ سے کہ سکول اور کالج گرمیوں میں گیارہ یا بارہ بجے بند ہو جاتے ہیں ایسی ضرورت نہ ہوگی اور ملازمین گورنمنٹ کی اسقدر دیر کے لیئے غیر حاضری سے جس قدر نقصان ہوگا۔ اسکی تلافی وہ خود بعد از وقت کام کر کے کر سکتے ہیں کیونکہ جو کام انکے ذمہ ڈالا گیا ہے۔ وہ انہیں بہر حال پورا کرنا ہوگا۔ برٹش گورنمنٹ کے نظام میں اس قسم کی مثالیں پہلے موجود ہیں کیونکہ اس گورنمنٹ کو مختلف قوموں پر حکمرانی کا موقعہ خدا نے دیا ہے اسلیئے وہ حتی الوسع ان مختلف اقوام کی مذہبی اصولوں کو مدنظر رکھکر کام کرتی ہے چنانچہ مصر میں جہاں بڑا عنصر آبادی کا مسلمان ہے اور خدیو مصر برٹش نگرانی کے نیچے حکمرانی کرتے ہیں وہاں تعطیل کا دن بجائے اتوار کے جمعہ ہی ہے چنانچہ سکول کالج دفاتر عدالتیں وہاں جمعہ کو بند ہوتی ہیں۔

اور اس طرح پر اہل اسلام کو اس حکم کے بجالانے میں جو نماز جمعہ کے متعلق تاکیدی طور پر قرآن کریم میں دیا گیا ہے۔ کوئی دقت نہیں۔ مگر وہاں چونکہ ایک کثیر حصہ اعلیٰ عہدہ داران کا انگریزوں کا ہے جو عیسائی مذہب رکھتے ہیں سلطنتی گورنمنٹ نے انکو یہ سہولت دے رکھی ہے کہ وہ اتوار کے دن جا ہیں تو کام پر حاضر نہ ہوں اور اپنے کام کو باقی دنوں میں پورا کردیں۔ پس جہاں اعلیٰ عہدہ داروں کو محض ان کی مذہبی آزادی قائم رکھنے کیلئے برٹش گورنمنٹ نے اس قدر اجازت دیدی ہے۔ ہندوستان میں مسلمان ملازمین کو جن کی نسبت بھی کل عملہ سے بہت تھوڑی ہے۔ صرف دو گھنٹے کے لیئے اجازت کا مِلجانا ایک یقینی امر ہے کیونکہ صرف ساتویں دن دو گھنٹے کے لیئے چند ملازمین کی غیر حاضری سے جو وہ بھی اکثر غیر ذمہ واری کے عہدوں پر ہونگے۔ کام کا کوئی بڑا حرج متصور نہیں اور اگر کوئی حرج ہو بھی تو وہی ملازم خود اپنے کام کو پورا کرنیکے ذمہ وار ہونگے۔

غرضیکہ ایک طرف ہم جب نماز جمعہ کے لیئے سخت تاکیدی حکم قرآن شریف میں پاتے ہیں جس میں اس قدر تاکید ہے۔ کہ صاف الفاظ میں یہ کہا گیا ہے کہ جب نماز جمعہ کا وقت آجائے تو تم دنیا کے ہر ایک قسم کے کاروبار چھوڑ کر نماز جمعہ کی ادائگی میں مصروف ہو جاوٴ۔ اور جب تک نماز ادا نہ کرلو کسی کام کی طرف متوجہ نہ ہو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی سخت گرفت کے نیچے آوٴگے۔ اور اس کیساتھ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ نماز جمعہ کے خطبہ میں جو اخلاقی تعلیم مسلمانوں کو دیجاتی ہے۔ وہ ملک اور گورنمنٹ کے لیئے کس قدر مفید ہے اور پھر دوسری طرف ہم ایسی نظیر بھی پاتے ہیں جس میں اسی قسم کی دقت ایک دوسرے ملک میں پیش آنے پر انگریزی گورنمنٹ نے اپنے ملازمین کے مذہبی حقوق کی ادائگی کو ان کے سرکاری کام میں حاضری پر ترجیح دیکر علاوہ تعطیل کے دن کے ایکدن اور بھی انہیں غیر حاضر رہنے کی اجازت دی ہے اور جو امر ہم پیش کرتے ہیں اسکی دقت اس دقت سے بدرجہا کم بھی ہے کیونکہ صرف دو گھنٹے کی رخصت نماز جمعہ کی ادائگی کے لیئے نہ آرام کے لیئے ہم

چاہتے ہیں تو ہمیں یقین کامل ہوتا ہے کہ شہنشاہ جارج پنجم کی تاجپوشی کے موقعہ پر اگر کل ہندوستان کے مسلمان متفق ہو کر اس مذہبی رکاوٹ کے دور کیا جانے کی درخواست کریں تو گورنمنٹ انگریزی ضرور انکی وقت پر غور فرما کر انکی اصلاح اس مبارک موقعہ پر کر کے چند سات کروڑ نہیں بلکہ کل دنیا کے مسلمانوں کے دلوں کو مسخر کر لیگی کیونکہ مسلمان قوم سب سے بڑھکر مذہبی آزادی کی دل سے قدر کرنیوالی ہے۔

وجوہات مذکورہ بالا کی بنا پر ہم نے ایک میموریل تیار کیا ہے۔ جو حضور وائسرائے ہند کی خدمت میں بھیجا جاویگا۔ لیکن چونکہ جس امر کی اس میموریل میں درخواست کی گئی ہے۔ وہ جملہ اہل اسلام کا مشترک کام ہے اسلیئے قبل اس کے کہ یہ میموریل حضور وائسرائے کی خدمت میں بھیجا جاوے ہمنے یہ ضروری سمجھا ہے کہ اس کا خلاصہ مسلمان پبلک اور مسلمان اخبارات اور انجمنوں کے سامنے پیش کیا جاوے تا کہ وہ سب اس پر اپنی اتفاق رائے کا اظہار بذریعہ ریزولیوشنز و تحریرات وغیرہ کے کر کے گورنمنٹ پر اس سخت ضرورت کو ظاہر کریں تا کہ اس مبارک موقعہ پر یہ آزادی اہل اسلام کو حاصل ہو جاوے ہمیں غرض صرف اس امر سے ہے کہ جملہ اہل اسلام کے اتفاق سے جیسی کہ یہ ضرورت متفقہ ہے یہ درخواست حضور وائسرائے ہند کی خدمت میں پیش ہو اور یہ غرض نہیں کہ ضرور ہم ہی اسکو پیش کرنیوالے ہوں چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دل میں یہ تحریک ڈالی ہے اسلیئے ہم نے اسے پیش کر دیا ہے اگر کوئی انجمن یا جماعت ایسی ہو۔ جو صرف اس وجہ سے اس کیساتھ اتفاق نہ کرے کہ یہ میموریل ہماری طرف سے کیوں پیش ہوتا ہے تو ہم بڑی خوشی سے اپنے میموریل کو گورنمنٹ کی خدمت میں نہیں بھیجینگے بشرطیکہ اسکے بھیجنے کا اور کوئی مناسب انتظام کر لیا جاوے۔

پس یہ اشتہار جملہ ایڈیٹران اخبارات اسلامی و سکرٹریاں انجمنہائے و شاخہائے لیگ و معززز اہل اسلام کی خدمت میں اس غرض کیلیئے بھیجا جاتا ہے۔ کہ بہت جلد بذریعہ ریزولیوشنوں کے اور بذریعہ تحریرات کے اسپر اظہار رائے کریں تا کہ عام مسلمانوں کی طبائع کا میلان دیکھکر اس درخواست کو پیش کیا جاوے۔

المعلن

نورالدین (خلیفۃ المسیح الموعود) قادیان ضلع گورداسپور یکم جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

ستیارتھ پرکاش پر ایک مختصر ریویو

آریہ سماج کا سارا دارومدار ستیارتھ پرکاش پر ہے۔ اور اسی کی وہ کثرت سے اشاعت کرتے ہیں اس میں علاوہ اپنے مذہب کے اصول بیان کرنیکے پنڈت دیانند صاحب نے دوسرے مذاہب پر اعتراض بھی کئے ہیں۔ اور اس طرح اپنے متبعین کے لیے مباحثات کا ایک نیا دروازہ کھول دیا ہے۔ اور اسی کا اثر ہے۔ کہ آریہ سماج تمام مذاہب پر اعتراض کرنے میں درجہ اوّل رکھتی ہے۔ اور غلط و درست عیب چینی میں لگی رہتی ہے۔

ستیارتھ پرکاش میں یوں تو بہت سی باتیں قابل مضحکہ ہیں لیکن اس موقعہ پر ہم چند عجائبات پر ریویو کرنا چاہتے ہیں جن کا حل ہماری سمجھ میں کوئی نہیں آتا۔ امید ہے کہ آریہ سماجی پرچارک اور اخبارات خصوصاً پرکاش و مسافران آگرہ و جالندھر ان عقدوں کو حل کرکے ستیارتھ پرکاش کے مصنّف کا دامن بیہودہ تحریروں کے الزام سے پاک کرینگے۔

پنڈت دیانند صاحب ستیارتھ پرکاش کے باب ۱۳ میں مسیحیوں کے خلاف لکھتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۲۴-۶ پس جو کوئی ان حکموں میں سے سب سے چھوٹے کو ٹالدیوے۔ اور ایسا ہی آدمیوں کو سکھلاوے۔ آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلاویگا (متی باب ۵ آیت ۱۹)

محقق (یعنی پنڈت دیانند) . . . . یہ تو صرف لالچ اور خوف دکھلایا ہے کہ جو ان حکموں کو نہ مانیگا۔ وہ آسمان میں سب سے چھوٹا شمار کیا جائیگا (صفحہ ۶۳۱)

پنڈت صاحب نہ معلوم اس وقت کس حالت میں تھے کیا یہ کہنا کہ فلاں سچی بات کے خلاف کرنیوالا کہلائیگا۔ اور بازی ہوگا۔ لالچ اور خوف ہے؟ اور اگر ایسا ہے تو کیا پنڈت دیانند جو بار بار لکھتے ہیں۔ کہ اصل ناجی وہی ہے۔ جو وید کی تعلیم پر عمل کرے۔ اور دوسرے سب

جو نوں میں پڑے رہینگے تو کیا یہ لالچ و خوف نہیں اگر یہ لالچ و خوف نہیں تو مسیح کا منقولہ بالا فقرات کہنا بھی لالچ و خوف نہیں۔ اسکا جواب تو یہ ہو سکتا تہا۔ کہ مسیحیت کی تعلیم کو ناقص یا غلط ثابت کر کے پنڈت صاحب کہتے کہ یہ تعلیم الٰہی نہیں اور اسکا خلاف کرنے سے کچھ خوف نہیں نہ کہ وہ جواب دیتے جو لکھا گیا ہے

اعتراض نمبر ۶۶۔ نہ ہر ایک جو مجھے خداوند خداوند کہتا ہے آسمان کی بادشاہت میں داخل ہوگا۔ (متی باب ۷ آیت ۲۱) **محقق** غور کیجئے کہ اگر بڑے بڑے پادری بشپ اور کرسچن لوگ عیسیٰ کا یہ قول سچا سمجھتے ہوں۔ تو عیسیٰ کو خداوند کہکر کبھی نہ پکاریں۔ اگر اس بات کو نہ مانیں گے۔ تو گناہ سے کبھی نہ بچ سکینگے۔ (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۶۲۶)

مسیح تو اپنے مریدوں کو یہ کہتا ہے کہ صرف زبانی خداوند خداوند کہنے سے کام نہ چلیگا۔ بلکہ ایمان بھی ہونا چاہیئے۔ پنڈت صاحب یہ معنے سمجھے کہ جو خداوند کا لفظ مسیح کی نسبت استعمال کریں۔ وہ گنہگار ہے حالانکہ عبارت سے یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ اور نہ الفاظ پنڈت صاحب کے معانی کی تائید کرتے ہیں جو شخص اردو کی عبارت بھی نہیں سمجھ سکتا۔ اس کو یہ رتبہ کس طرح مل سکتا ہے۔ کہ کل دنیا کی مذہبی کتب پر ریویو کرنے بیٹھے۔ پنڈت صاحب کے اس اعتراض سے آپ کی لیاقت علمی ظاہر ہوتی ہے۔ کاش کہ آریہ پرتی ندھی سبھا اس قسم کے فضول قطعات کو ستیارتھ پرکاش سے نکالدیں۔

اعتراض نمبر ۱۰۵۔ اس واسطے ایسے خدا کے تخت کے آگے ہی اور اس ہیکل میں رات دن اسکی بندگی کرتے ہیں (مکاشفات یوحنا باب آیت ۱۵)

محقق۔ کیا یہ اول درجہ کی بت پرستی نہیں ہے اور کیا انکا خدا انسان کی مانند مجسم اور محدود المکان نہیں ہے کیا وہ رات کو سوتا بھی ہے اگر سوتا ہے تو رات کیوقت بندگی کیسے کرتے ہونگے اور اس کی نیند بھی دور ہو جاتی ہوگی اور اگر رات دن جاگتا رہتا ہوگا۔ تو بہت پژمردہ اور بیمار رہتا ہوگا۔ (ستیارتھ پرکاش ۶۴۸)

اس اعتراض کو دیکھکر بیساختہ پنڈت صاحب کے ذہن رسا کی داد دینی پڑتی ہے کیا معقولیت کیساتھ دو قضیئے بنائے ہیں اول تو یہ کہ کیا مسیحیوں کا خدا سوتا ہے اگر سوتا ہے تو وہ لوگ اس کی رات دن بندگی کیونکر کرتے ہیں اور اگر نہیں سوتا۔ تو پھر پژمردہ اور بیمار رہتا ہوگا۔ پنڈت صاحبکو یہ خیال نہ آیا کہ آریوں کے خدا کا کیا حال ہے چونکہ دنیا گول ہے اسلئے ہر وقت اس کی عبادت ہوتی ہوگی پھر اگر وہ سوتا ہے تو عبادت کیونکر ہوتی ہے اور اگر جاگتا ہے تو خود بقول پنڈت صاحب کے وہ بہت پژمردہ اور بیمار رہتا ہوگا۔ واقعی پنڈت صاحب کی معرفت یہ بات نئی معلوم ہوتی ہے کہ نہ سونا خدا کے لیے بھی مضر ہے۔ سہ

بریں عقل و دانش بباید گریست

پھر اسلام کی نسبت اعتراض کرنیکی سوجھی ہے اور قرآن شریف کا کوئی ترجمہ لیکر ایک آیت کا ترجمہ پہلے نقل کرتے ہیں پھر اس پر اعتراض جماتے ہیں اعتراض تو سب غلط و بے بنیاد ہیں لیکن بعض تو نہایت قابل مضحکہ ہیں چنانچہ چند ایک ذیل میں لکھے جاتے ہیں

اعتراض نمبر ۱۳۴۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو داخل ہو بیچ اسلام کے (سورہ البقر آیت ۲۰۴)

محقق۔ اگر مسلمانوں کے مذہب میں داخل ہونیسے خدا راضی ہوتا ہے۔ تو وہ مسلمانونکا ہی طرفدار ہے سب دنیا کا خدا نہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نہ قرآن خدا کا بنایا ہوا نہ اس میں کہا ہوا خدا ہو سکتا ہے

اول تو پنڈت صاحب نے آیت کا ترجمہ ہی غلط کیا ہے آیت تو یہ ہے یا ایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ تمام کے تمام کامل فرمانبرداری اور سلامت روی کے طریقوں کو اختیار کر لو۔ ورنہ جبکہ وہ پہلے ہی مسلمان تھے۔ تو اس کے کیا معنی ہوئے کہ اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ یہ تو ظاہری ایمان کے بعد حقیقی اخلاص اور نیکی کی تعلیم دیگئی ہے۔ دوسرے اگر بفرض محال پنڈت صاحب کے اعتراض کو پرکھنے کے لئے اس ترجمہ کو صحیح قرار بھی دیدیا جائے تب بھی اعتراض فضول اور خلاف عقل ہے کیونکہ جب خود پنڈت دیانند کا بھی یہی اعتقاد تھا کہ آریہ مذہب میں داخل ہو کر ہی نجات مل سکتی ہے اور بغیر ویدوں کے مانے

کے انسان سرخرو نہیں ہو سکتا۔ تو کیا انکے اعتقاد پر یہ اعتراض نہ وارد ہوگا۔ کہ کیا خدا صرف ویدوں کے ماننے سے خوش ہوتا ہے۔ کیا وہ آریوں کا طرفدار ہے۔ اور پھر ہر ایک سچائی پر اعتراض ہوگا کہ کیا خدا اس سچائی کا طرفدار ہے۔ جب اسلام کا دعویٰ ہے کہ کل سچائیاں اسکے اندر پائی جاتی ہیں۔ تو کیا یہ کہا جائے کہ اسلام کے باہر جسقدر گند ہیں انپر بھی اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔ اور ان میں ملوث انسان کو نجات عطا کرتا ہے۔ جب آریوں کا ویدوں کی نسبت یہی عقیدہ ہے تو پنڈت صاحبکو اسلام پر اعتراض کرنیکی کیا سوجھی۔

نیش عقرب نہ از پے کین است ؏ مقتضائے طبیعتش ایں است

اعتراض نمبر ۱۴۔ جو کچھ آسمان اور زمین پر ہے سب اُسی کے لیئے ہے (سورہ بقر آیت ۲۵)

محقق۔ جو آسمان اور زمین پر چیزیں ہیں۔ وے سب انسانوں کیواسطے خدا نے پیدا کی ہیں اپنے واسطے نہیں کیونکہ اُسے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ صفحہ ۶۷۸

جس آیت پر پنڈت صاحب نے اعتراض کیا ہے وہ یہ ہے لہ مافی السمٰوٰت والارض یعنی جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب اللہ تعالےٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے اور یہی اعتقاد زبانی طور سے آریوں کا بھی ہے اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی دانا انسان جو اللہ تعالےٰ کے وجود پر ایمان رکھتا ہو یہ کہے کہ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں نہیں ہیں۔ بلکہ کسی اور کے قبضہ میں ہیں۔ پس جب اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں ایک سچائی کا بیان کیا ہے تو اس پر پنڈت صاحبکو کیا اعتراض ہے۔ یہ زیادتی انھوں نے کہاں سے نکالی کہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اسے خدا خود استعمال کرتا ہے اور بندوں کی طرح ان اشیاء کا محتاج ہے یہاں اس بات کا ذکر تو نہیں کیا گیا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے یہ اشیاء کس کے لیئے پیدا کی ہیں۔ بلکہ یہ لکھا گیا ہے کہ یہ سب چیزیں کس کی ملکیت میں ہیں اور ان اشیاء پر خدا تعالےٰ کی ملکیت کا انکار خود آریہ صاحب بھی نہیں کرتے۔ پھر یہ اعتراض نہ معلوم کیا سوچکر کیا گیا تھا۔ شاید کہدیا جائے کہ یہ پریس کی غلطی تھی۔ پنڈت صاحب نے یہ اعتراض نہیں کیا تھا۔

بلکہ بعض جاسروں نے اپنی طرف سے ملا دیا۔ لیکن یہ بات تب درست ہوگی کہ جب آریہ پرتی ندھی سبھا اس اعتراض اور اسی طرح دیگر کل اس قسم کے اعتراضات کے اخراج کا ریزولیوشن پاس کرے۔ اور آئندہ ایڈیشن میں ستیھارتھ پرکاش میں وہ درج نہ کئے جائیں۔

اعتراض نمبر ۲۵۔ اور نہیں ہے اللہ کہ خبردار کرے تم کو اوپر غیب کے۔ لیکن اللہ پسند کرتا ہے پیغمبروں اپنے میں سے جس کو چاہے پس ایمان لاؤ اوپر اللہ کے اور اس کے رسولوں کے (سورہ العمران ۱۷۳)

محقق۔ جب مسلمان لوگ سوائے خدا کے کسی پر ایمان نہیں لاتے اور نہ کسی کو خدا کا شریک مانتے ہیں تو پیغمبر صاحب کو کیوں خدا کیساتھ ایمان میں شریک کیا ہے اللہ نے پیغمبروں پر ایمان لانا لکھا ہے۔ اسی لیئے پیغمبر بھی شریک ہو گیا۔ پھر لاشریک کہنا ٹھیک نہ ہوا۔ اگر اس کا مطلب یہ سمجھا جائے کہ محمدؐ صاحب کے پیغمبر ہونے پر ایمان رانا چاہیئے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ محمدؐ صاحب کی کیا ضرورت ہے اگر خدا بلا پیغمبر کے اپنی خواہش کے مطابق کام نہیں کر سکتا۔ تو ضرور خیال از قدرت ہوا۔ صفحہ ۶۸۲

اس اعتراض میں پنڈت صاحب نے دو ایجادیں کی ہیں۔ اور دونوں عجیب ہیں۔ اول تو یہ کہ خدا کے سوا کسی اور پر ایمان لانا بڑا گناہ ہے۔ اور شرک ہے لیکن آپ کو یہ سمجھ نہیں آئی کہ ایمان کہتے ہیں ماننے کو کیا پنڈت دیانند صاحب کے پیرو بتا سکتے ہیں کہ وہ خدا کے سوا کسی اور چیز کو نہیں مانتے۔ اگر ایسا ہے تو خود آریہ سماج ہی کا ماننا اور یہ کہنا کہ آریہ سماج کوئی چیز ہے۔ شرک ہو جائیگا کیونکہ وجود میں خدا اور آریہ سماج برابر ہو جائینگے۔ اور اگر خدا کے سوا کسی اور کی فرمانبرداری شرک ہے یا کسی کی بات ماننی شرک ہے۔ تو والدین کی فرمانبرداری اور گورنمنٹ کی اطاعت خود پنڈت دیانند کی اتباع اور وید کا اقرار سب شرک ہوگا اور کوئی کام نہ رہیگا جس میں شرک نہ ہو کھاتے پکاتے ہوئے شرک کرنا پڑیگا۔ کہ ایک چیز آگ ہے پھر وہ جلکر دوسری اشیا

کو پکا دیتی ہے پھر ایک چیز آٹا ہے۔ جو کھانے سے پیٹ کو بھر دیتا ہے۔ اور ان تمام اشیاء کا وجود ماننا اور ان کے خواص پر یقین لانا بھی شرک ہوگا۔ پانی پیتے ہوئے پانی کے وجود کا ایمان اور اس کے خواص پر یقین بھی شرک ہوگا۔ خود شرک کا ماننا یعنی شرک پر ایمان لانا شرک ہو جائیگا۔ اور ایک عجیب دور تسلسل ہو جائیگا۔ شرک کی یہ تعریف تو نہیں کہ خدا کے سوا کسی اور چیز کو مانا جائے۔ بلکہ شرک کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ ان صفات میں کسی کو خدا کا شریک کرنا جو اس کے لیئے خاص ہیں اور جس میں کسی اور کا دخل نہیں اور یا اس حد سے زیادہ کسی کو صفات الٰہیہ میں شریک کرنا جو اس نے مخلوقات و مصنوعات میں ودیعت کی ہیں۔ شرک اول کی مثال خلق ہے کہ اس میں اس نے کسی کو شریک نہیں کیا۔ اور شرک دوم کی مثال سمع ہے کہ اس نے انسانوں اور حیوانوں میں سمع کی طاقت رکھی ہے لیکن ایسی طاقت کسی کو نہیں دی۔ کہ انہیں کانوں کیساتھ کل دنیا کی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی آوازوں کو سن لے۔ پس کسی کو خالق ماننا یا اس قسم کا سمیع ماننا کہ کل باریک اور موٹی مخفی اور جلی آہستہ اور اونچی سب آوازوں کو یکدم سن لیتا ہے شرک ہوگا نہ کہ کسی کا محض وجود ماننا یا کسی کی عام فرمانبرداری شرک ہوگی۔

دوسری بات جو پنڈت صاحب نے اس آیت سے نکالی ہے یہ ہے کہ اگر ایمان کے معنی آنحضرتؐ کی رسالت کا ماننا ہے (جیسا کہ میں نے اوپر لکھا ہے) تو اسپر دوسرا یہ اعتراض پڑتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت کیا تھی۔ اور جبکہ آپ کی خدا کو کوئی ضرورت تھی اور آپ کے بغیر خدا کوئی کام نہ کر سکتا تھا۔ تو ضرور قدرت سے خالی ہوا لیکن اس اعتراض کے کرتے وقت گھر کا خیال نہیں رہا۔ انکو یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ بھی ایک کی بجائے چار رشیوں کو قبول کرتے ہیں پس یہی اعتراض انپر پڑیگا۔ کہ ان چار رشیوں کی ضرورت کیا تھی ہ کیا پرمیشور انکے بغیر کام نہیں کر سکتا تھا۔ اور وید انکے سوا نہیں بھیج سکتا تھا اور اگر نہیں بھیج سکتا تھا تو پھر پرمیشور بے قدرت ہوا۔ بلکہ خود یہی کیوں نہ کہیں۔ کہ کیا

ویدوں کا خدا محتاج تھا۔ اور کیا ان کے بغیر دنیا کو ہدایت نہیں دے سکتا تھا۔ اور اگر نہیں تو
ویدوں کا محتاج ہوا۔ لیکن کیا آریہ صاحبان اس قسم کے بیہودہ اعتراضات کو اپنے رشیوں یا اپنی
کتب سماوی کی نسبت برداشت کرینگے۔ اور اگر نہیں تو قرآن تفسیر پر ان اعتراضات کے
کرنیکے کیا معنی ہ

کاش اپنڈت صاحب سمجھتے کہ خدا کو ہماری یا کسی نبی کی ضرورت نہیں لیکن اس دنیا کو
اُسنے ایک حد تک اسباب کے ساتھ جکڑ دیا ہے۔ بیشک نبی کی اس کو ضرورت نہیں لیکن
ہمکو ضرورت ہے۔ ہر ایک تو اس لائق نہیں ہوتا کہ اسپر کلام اترے۔ جیسے چار رشیوں پر
وید اترے لیکن انکے علاوہ دوسری مخلوقات پر نہ اُترے۔ پس چونکہ ہر ایک پر کلام نہیں
اتر سکتا۔ اور بندوں کو کلام الٰہی کی بھی ضرورت ہے۔ جیسے آریہ ویدوں کے وجود کو مان کر
اس بات کے قایل ہیں تو ضروری ہوا۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے پاک بندوں کو چن کر انپر کلام نازل
کرے جو لوگوں کو اس کلام سے خبردار کریں۔ اب اگر رشیوں کے وجود سے شرک لازم
نہیں آتا۔ تو رسولوں کے وجود سے بھی شرک لازم نہیں آتا اور اگر جسمانی سلسلہ کو لے لیں
تو جیسے انسانوں کی معرفت مختلف اشیاء کے ملنے سے معطی خدا کا شریک نہیں بنجاتا اور
نہ ہی مذکورہ بالا اشیاء کے وجود سے خدا کا بیقدرت ہونا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ رشیوں کے
وجود سے بھی خدا کا بیقدرت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

یہ اعتراضات تو مشتے نمونہ از خروارے ہیں اگر آدمی جواب لکھنے لگے تو چودہ سمولاس سارا کا
سارا غلط اور بے بنیاد اعتراضات سے بھرا ہوا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو ہم
انشاء اللہ ان اعتراضات کا جواب کبھی کبھی مختصراً اسی ہیڈنگ کے نیچے دیا کرینگے۔ وما توفیقی الا
باللہ العلی العظیم ط

خاکسار مرزا محمود احمدؐ

خریداران رسالہ

توجہ فرمائیں کہ انکے ذمہ تشحیذ کا بہت کچھ قرض ہی یعنی انھوں نے ابتک رسالہ کی مدد اور اشاعت کی ترقی میں کوئی خاص کوشش نہیں کی۔ اسلئے مضیٰ ما مضیٰ پر عمل کرتے ہوئے آیندہ کیلئے خاص کوشش فرمائیں۔ اور اس سال کے ختم ہونے سے پہلے کم سے کم تین ہزار خریدار مہیا کرنیکی کوشش کریں۔ اور خدا تعالیٰ سے مدد و نصرت کی امید رکھیں ہم دو دفعہ ناظرین کو اسبات کی طرف توجہ دلا چکے ہیں اور اب تیسری دفعہ پھر توجہ دلاتے ہیں اور اسوقت تک توجہ دلاتے رہینگے جب تک وہ متوجہ نہوں۔ ان احباب کا بھی شکریہ ادا کیا جاتا ہے جنھوں نے

رسالہ کی خریداری کی ترقی میں سعی فرمائی ہے جزاہم اللہ احسن الجزا
دوسرے احباب بھی توجہ فرماویں (۱) - اور خریداران رسالہ میں سے
تین سو خریدار عہ کی بجائے صہ (۱۹۱۱ء) سے کم سالانہ دیا کریں جنکو اللہ تعالیٰ
زیادہ توفیق دے وہ زیادہ بھی دے سکتے ہیں (۲) جو عہ سالانہ نہیں دے سکتے - وہ
عہ سالانہ دیا کریں ایسے لوگ بھی کوئی دو سو کے قریب ہونگے (۳) ایسے لوگ مذکورہ
بالا گروہ کے جو خریدار کہ روپیہ سے مدد نہیں کر سکتے - وہ فی خریدار کم سے کم
تین خریدار مہیا کریں - لوگ اپنے دوستوں کو سیر و تماشا کیلئے لیجاتے ہیں اور
انسے بہت سا روپیہ خرچ کروا دیتے ہیں تو کیا آپ لوگوں میں اتنا بھی
جذبہ نہیں کہ ایک دینی کام کیلئے سال میں عہ انسے خرچ کروا دیں وہاں
تو تھوڑی دیر لذت حاصل کر کے وہ واپس آجاتے ہیں جس میں نہ دین کا
بھلا نہ دنیا کا - اور یہاں تو سال بھر ان کو رسالہ ملیگا جس سے امید ہے کہ کچھ نہ
کچھ تو وہ فائدہ اٹھائینگے لیکن یہ بھی یاد رہے کہ جو احباب روپیہ سے مدد کریں انسے خریدار مہیا
کرنیکا فرض نہیں اتریگا - صرف تین خریدار پیدا کرنا انہیں کیلئے ہے جو پانچ روپیہ یا تین روپیہ
سالانہ چندہ نہیں دے سکتے

(ایڈیٹر)

سن لیں کہ اگست کا پرچہ ایسے سب اصحاب کے نام وی۔ پی کیا جائیگا۔ اور
مجھے کامل امید ہے۔ کہ تشحیذ الاذہان کے خوش معاملہ خریداران بڑی خوشی سے یہہ
وی۔ پی وصول فرماکر ہمیں شکریہ کا موقعہ دینگے۔ انکی بروقت امداد سے
کارخانہ کی حالت بہتر ہوجائیگی اور پھر تشحیذ بہت اچھے طریق سے ان
کی خدمت ادا کرنیکے قابل ہوگا۔ روپے کے نہ ہونیکی وجہ سے بعض وقت
ایسی مشکلات پیش آجاتی ممکن ہیں۔ کہ رسالہ تیار پڑا ہے مگر روانہ نہیں ہو
سکتا۔ اور اسطرح ان خریداروں کی بھی حق تلفی ہوتی ہے جو پہلے
قیمت ادا کرچکے ہیں مجھے امید ہے کہ یہ تحریر بقایاداران کی توجہ مبذول
کرنیکے لیئے کافی ہوگی۔ وفقکم اللہ لخدمات الدین۔ آمین یارب العالمین

مینجر رسالہ تشحیذ الاذہان

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائیں

اصل عرق کافور

دیکھو گرمی کا موسم آیا جہاں تہاں ہیضہ کا آنا بھی ممکن ہے اس سے بچنے کا آسان طریقہ ڈاکٹر ایس کے برمن کا اصل عرق کافور ہے یہ دوا ۲۷۔ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہے یہ عرق گرمی کے دست پیٹ کا درد اور متلی کیلئے اکسیر کا اثر رکھتی ہے ہمیشہ ایک شیشی اپنے پاس رکھو قیمت فی شیشی ۴ر محصولڈاک چار تک ۵ر

عرق پودینہ

ولایتی پودینہ کی ہری پتیوں سے یہ عرق بنا ہے اسکا رنگ پتی کے رنگ کا سا ہے اور خوشبو بھی تازی پتیوں کی سی آتی ہے یہ عرق ڈاکٹر برمن کی صلاح سے ولایت کے نامی دوا فروش نے بنایا ہے ریاح کیلئے یہ نہایت مفید دوا ہے۔ پیٹ کا پھولنا ڈکار آنا پیٹ میں درد بدہضمی متلی اشتہا کم ہونا وغیرہ ریاح کی علامت جلد دور ہو جاتی ہے قیمت فی شیشی ۸ر محصولڈاک ۵ر

جلاب کی گولیاں

رات کو دو گولی کھا کر سو جاؤ۔ دوسرے دن صبح کو دست صاف ہوگا۔ پیٹ میں گرمی و مروڑ کچھ نہیں ہوگی حسب معمول نہانے اور کھانے پینے میں کچھ رکاوٹ نہیں ہوگی ۲۶ برس سے ڈاکٹر برمن صاحب اپنے مریضوں کو دیتے چلے آئے ہیں یہ گولیاں کل ہی بنتی ہیں مقدار اور وزن میں گولیاں برابر ہیں ہر عیالدار کو ایک ڈبیہ رکھنی چاہیئے۔ قیمت ۱۰ گولیوں کی ڈبیا ۵ر ایک چھ ڈبیا تک محصولڈاک ۵ر

دردسر ریاحی درد کی دوا

ریاحی درد لحظہ میں بہار ٹھو جاتا ہے یہ دوا لحظہ میں اسکو پانی کر دیتا ہے درد ریاح جیسے ٹیس چمک ٹپک گو نہیں لہر بس کوئی کنی سے جو کہیں چھپا تے ہو تو اسے دوا سے فوراً آرام ہو جاتا ہے دردسر نصف سر ہو یا تمام سر میں کسی وجہ سے درد ہو فوراً دور ہو جاتا ہے اسلیئے ہر خاص و عام کو یہ دوا اپنے پاس رکھنا لازم ہے قیمت ۱۲ گولیوں کی ایک شیشی ۵ر محصولڈاک

[illegible]